ماہنامہ

حکمت بالغہ

مئی2012

مدیر: انجینئر مختار حسین فاروقی

قرآن اکیڈمی

جھنگ پاکستان

فون اور فیکس:-0092-47-77628261

ای میل:hikmabaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ:

http://www.hikmatbaalgha.com

http://www.hamditabligh.net

جلد 6 | شمارہ 5 | جمادی الثانی 1433ھ | مئی 2012ء

ماھنامہ

حکمت بالغہ

جھنگ

مدیر مسئول : انجینئرمختار فاروقی

مشاورت

ڈاکٹر محمد سعد صدیقی — مدیر معاون و نگران طباعت: مفتی عطاء الرحمٰن

حافظ مختار احمد گوندل — تزئین و گرافکس: سعد حسن خان

پروفیسر خلیل الرحمٰن — قانونی مشاورت:

محمد فیاض عادل فاروقی — محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ، چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

ترسیل زر بنام: انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

اہل ثروت حضرات کے لیے تاحیات زرتعاون پندرہ ہزار روپے یکمشت

سالانہ زرتعاون: اندورنِ ملک 350 روپے، قیمت فی شارہ 35 روپے

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر پاکستان پوسٹ کوڈ 35200

047-7628561-7628361

ویب سائٹ: www.hikmatbaalgha.com

پبلشر: انجینئر مختار فاروقی طابع: شیخ فیاض حسین مطبع: سلطان باہو پریس فوار چوک جھنگ صدر

اَلْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَآلَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا (ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ چیز ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا زیادہ حق دار ہے

مشمولات

1 قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	سورۃ الجن	3
2 حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
3 خودی اور نشرِ توحید	ڈاکٹر محمد رفیع الدین	18
4 اُس جل جلالہ کی پکڑ بہت سخت ہے	اوریا مقبول جان	27
5 اسلوبِ قرآن اور قرآن فہمی	پروفیسر محمد اکرم چودھری	31
6 مسلم نوجوانوں کی ذمہ داریاں	(علامہ) محمد اقبال	40
صیہونیت کا انجام (I)	انجینئر مختار فاروقی	45
اہل علم کی آراء اور تبصرے		57

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 6 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں (ادارہ)

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

سورۃ الجن (01-10)

سورۃ الجن کی اٹھائیس آیات ہیں۔ابتدائی پندرہ آیات میں بتایا گیا ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے حضور اکرم ﷺ سے قرآن پاک کی تلاوت کو سنا، اس سے متاثر ہوئے، اس پر ایمان لائے اور پھر اپنی قوم کے پاس جا کر ان سے اس بارے میں کیا کیا باتیں کیں۔ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان کی کچھ قابل ذِکر باتیں نقل کی ہیں۔پھر دو آیتوں میں بتایا گیا ہے کہ اگر لوگ شرک سے باز آ جائیں اور راہِ راست پر ثابت قدمی سے چلیں تو ان پر نعمتوں کی بارش ہوگی اور جو اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی نصیحت سے منہ پھیرے گا وہ سخت عذاب سے دوچار ہوگا۔پھر پانچ آیات میں کفار کو اس بات پر ملامت کی گئی ہے کہ جب اللہ کا بندہ (رسول اللہ ﷺ) اللہ کی عبادت کے لیے یا لوگوں کو اللہ کے پیغامات پہنچانے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو وہ اس کی مخالفت پر اتر آتے ہیں حالانکہ وہ اس بات کے مدعی نہیں ہیں کہ نفع یا نقصان پہنچانا ان کے اختیار میں ہے۔پھر اگلی آیات میں کفار کو متنبہ کیا گیا ہے کہ وہ آج ہمارے رسول ﷺ کو بظاہر بے یارومددگار دیکھ کر ان کو دبانے کی کوششیں کر رہے ہیں لیکن ایک وقت آئے گا جب انہیں معلوم ہو جائے گا کہ اصل میں بے یارومددگار کون ہے، وہ وقت دور ہے یا قریب، اس کا رسول کو علم نہیں۔بلکہ عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہے۔(اللہ کے) رسول کو صرف وہ علم غیب حاصل ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ ان کے فرائض منصبی کی ادائیگی کے لیے ضروری سمجھتا ہے اور ایسا علم ایسے محفوظ طریقہ سے دیا جاتا ہے کہ اس میں کسی مداخلت کا امکان نہیں ہوتا۔

اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قُلۡ اُوۡحِىَ اِلَىَّ

(اے پیغمبرﷺلوگوں سے) کہہ دو کہ میرے پاس وحی آئی ہے

اَنَّهُ اسۡتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الۡجِنِّ

کہ جنوں کی ایک جماعت نے (اس کتاب کو) سنا

فَقَالُوۡۤا اِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡاٰنًا عَجَبًا ۝

تو کہنے لگے کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا

يَّهۡدِىۡۤ اِلَى الرُّشۡدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ

جو بھلائی کا رستہ بتاتا ہے سو ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں

وَ لَنۡ نُّشۡرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ۝

اور ہم اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے

وَّ اَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا

اور ہمارے پروردگار کی عظمت (شان) بہت بڑی ہے

مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّ لَا وَلَدًا ۝

وہ نہ بیوی رکھتا ہے اور نہ اولاد

وَّ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوۡلُ سَفِيۡهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۝

اور یہ کہ ہم میں سے بعض بیوقوف (لوگ)

اللہ کے بارے میں جھوٹ افترا کرتا ہے

وَّ اَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنۡ لَّنۡ تَقُوۡلَ الۡاِنۡسُ وَ الۡجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۝

اور ہمارا (یہ) خیال تھا کہ انسان اور جن اللہ کی نسبت جھوٹ نہیں بولتے

وَّ اَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الۡاِنۡسِ يَعُوۡذُوۡنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الۡجِنِّ

اور یہ کہ بعض بنی آدم بعض جنات کی پناہ پکڑا کرتے تھے

فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا O

(اس سے)ان کی سرکشی اور بڑھ گئی تھی

وَّ اَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا O

اور یہ کہ ان کا بھی یہی اعتقاد تھا جس طرح تمہارا تھا

کہ اللہ کسی کو دوبارہ زندہ نہیں کرے گا

وَّ اَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّ شُهُبًا O

اور یہ کہ ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو اس کو

مضبوط چوکیداروں اور انگاروں سے بھرا ہوا پایا

وَّ اَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ

اور یہ کہ پہلے ہم وہاں بہت مقامات میں (خبریں) سننے کے لیے بیٹھا کرتے تھے

فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا O

اب (کچھ عرصے سے حال یہ ہے کہ) کوئی سننا چاہے تو اپنے لیے انگارہ تیار پائے

وَّ اَنَّا لَا نَدْرِیْۤ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِى الْاَرْضِ

اور یہ کہ ہمیں معلوم نہیں ہو سکا کہ اس سے اہل زمین کے حق میں برائی مقصود ہے

اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا O

یا ان کے پروردگار نے ان کی بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے

صدق اللہ العظیم

پاکستان

کے بارے میں

میڈیا کے تجزیے، تبصرے اور خدشات

انجینئر مختار فاروقی

01۔ ہر انسان اپنے گردوپیش کے حالات کا جائزہ لیتا ہے اور تجزیہ بھی کرتا ہے کہ یہ خارجی حالات اس کی ذات اور اس کے مفادات کے لئے کیا اثرات رکھتے ہیں۔ اور اس کو کس حد تک متاثر کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

02۔ ہر باشعور انسان یہ بھی شعور رکھتا ہے اور اس کے مطابق اپنے مستقبل کی مصروفیات اور نقشہ کشی کرتا ہے کہ اُسے موجودہ خارجی حالات کے مضر اثرات سے کس طرح اپنے آپ کو بچانا ہے اور فوائد حاصل کرنے کے مواقع کو کس طرح قابو کرنا ہے اور انہیں اپنے حق میں استعمال کر کے زیادہ سے زیادہ منفعت حاصل کرنا ہے۔

03۔ ان خارجی حالات میں آفات سماوی وارضی بھی ہیں اور ناگہانی واقعات بھی ہیں۔ اسی میں موسموں کی تبدیلی بھی ہے اور رات دن کا بدلنا بھی ہے، اسی زمرہ میں آتے ہیں اپنے جیسے دیگر انسانوں کے رویے اور اختیار کردہ منصوبے بھی جو کہیں نہ کہیں آپس میں ٹکراتے ہیں اور ایک دوسرے کا راستہ روک کر آ سامنے موجود ہوتے ہیں۔

04۔ ان خارجی حالات کے ساتھ ساتھ انسان کے اندر موجود بعض داخلی عوامل بھی ہیں جن کو کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے بلکہ ایک نقطۂ نظر سے دیکھیں تو یہ داخلی حالات ہی انسان کا اصل محرّک عمل اور سرگرمیوں کا منبع ہوتا ہے جہاں سے ہر قسم کا عمل یا حرکت یا تحریک پیدا ہوتی ہے۔

05۔ اُوپر درج انسانی سوچ کی آئندہ حالات کی منصوبہ بندی کے لئے ’دُروں بینی‘ (IN-WARD-LOOKING THINKING) بھی ناگزیر ہے اور ’جہاں بینی‘ (OUT-WARD-LOOKING THINKING) بھی۔ یہ دروں بینی اور جہاں بینی دونوں ایسی کیفیات یا صلاحیتیں ہیں جو انسانی زندگی اور اس جہان تگ دو میں شاہراہ حیات پر آگے بڑھنے کے لئے دو ’آنکھیں‘ قرار دی جا سکتی ہیں۔ ’دروں بینی‘ اور ’جہاں بینی‘ کی اصطلاحات علم کی دنیا میں بڑی معروف ہیں اور ہر دور کے اہل علم اور دانا و بینا افراد اپنی شاہراہ حیات کے اس دشوار گزار سفر میں کامیابی تک رسائی کے لئے انہیں دو اصطلاحات کے تقاضوں کو بروئے کار لاتے رہے ہیں اور رہتی دنیا تک یہ عمل جاری رہے گا۔

06۔ ’دروں بینی‘ اور ’جہاں بینی‘ کی تفصیلات میں جائیں تو دونوں کام اپنی جگہ بہت ضروری ہونے کے باوصف بہت مشکل بھی ہیں، طویل بھی ہیں، دل سوزی و جگر سوزی کے متقاضی ہیں، بلند ہمتی اور بلند حوصلگی چاہتے ہیں، عمل پیہم کا جذبہ اور ان تھک محنت کا داعیہ چاہتے ہیں۔ وسیع الظرفی، کشادہ قلبی، نگاہ کی بلندی، اور ’خوب سے خوب تر‘ کی جستجو کے شوق کا زادِراہ بھی چاہتے ہیں۔

07۔ اس پر بآسانی یہ تبصرہ کیا جا سکتا ہے کہ یوں کہہ دیں کہ ’یہ کام ناممکن ہے ——— مگر نہیں اس کام کا مشکل ہونا اپنی جگہ ہے اور ناگزیر ہونا اپنی جگہ۔ چنانچہ یہ عام مشاہدہ ہے کہ ہر کس و ناکس اپنے محدود علمی و فکری اور مالی وسائل کے اندر رہ کر اس کام کو سرانجام دے رہا ہے اور آگے بڑھ رہا ہے۔ ارب ہا ارب انسانوں کے جم غفیر میں جب یہ کام ہر شخص پر آن پڑا ہے اور ہر باشعور انسان اُسے کر بھی رہا ہے تو یہ نتیجہ اظہر من الشّمس ہے کہ ’فکر ہر کس بقدر ہمت اُوست‘ کے مصداق ہر شخص اپنی ذہنی سطح اور مساعی (INPUT) کے مطابق نتائج نکال کر آگے بڑھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ جو عقلمند ہے وہ آگے نکل جاتا ہے جو زیادہ وسائل جھونک دیتا ہے زیادہ وقت صرف کرتا ہے وہ کامیاب ہو جاتا ہے جو سوتا ہے وہ کھوتا ہے جو جاگتا ہے وہ پالیتا ہے۔ اپنے جیسے دیگر انسانوں سے آگے بڑھ کر نمایاں ہونے اور اعلیٰ کامیابی کے لئے اس راستے میں دماغی، فکری اور مالی وسائل کا بے پناہ سرمایہ لگانے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

08۔ حالات کا تجزیہ سوچ بچار اور آگے بڑھنے کا جذبہ انفرادی سطح پر بھی کارفرما ہوتا ہے اور

اجتماعی سطح پر بھی یہ جذبہ انسانی خمیر میں شامل ہے۔کوئی فردِنوعِ بشر اس صلاحیت سے یکسر عاری نہیں ہوسکتا۔

09۔ ان سطور میں ہم یہاں انفرادی سطح پر'دروں بینی' اور جہاں بینی' پرنہیں بلکہ اجتماعی سطح پر اس عمل کے اثرات اوراس کے تقاضوں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کریں گے۔

10۔ یہ بات اُصول موضوعہ کے طور پر قبول کر کے ہی ہم آگے بڑھتے ہیں کہ تمام جمعیتیں اور جماعتیں حتیٰ کہ اقوام اور ملک بھی اپنے طرزِعمل اور طرزِفکر میں ایک فرد کی طرح ہی رویےّ اختیار کرتے ہیں۔اور فلاحی، کاروباری، سیاسی اور سماجی ہر سطح کے اجتماعی کام کی نوعیت اُصولی طور پر ایک'فرد' کے معاملے کی طرح ہی ہوتی ہے۔ذاتی اور انفرادی سطح پر ایک انسان کاروبار کرتا ہے۔اس کے معاملات کو ہر طرح دیکھ بھال کر کے چلاتا ہے۔کام کی وسعت پر ہی کاروبار ایک اجتماعی شکل ـــــــ ایک شراکت داری یا ایک 'لمیٹڈ کمپنی' کی شکل اختیار کر لیتا ہے تاہم ایک لمیٹڈ کمپنی بھی قانونی طور پر ایک 'فرد' ہی پر تصور کی جاتی ہے۔ماسوائے چند ناگزیر استثناءات کے اجتماعیت کوایک فرد (INDIVIDUAL) پر ہی قیاس کیا جاتا ہے۔

11۔ اجتماعی سطح پر یہاں گفتگو کے سلسلے میں یہ بھی پیش نظر رہے کہ ان صفحات میں اجتماعیت کے عنوان سے ہمارے پیش نظر اُمت مسلمہ بحیثیت مجموعی اور خصوصاً پاکستان کے حالات کا مطالعہ و مشاہدہ کرنے والوں کے تجزیوں، تبصروں اور من پسند خدشات کا جائزہ لینا ہے۔

12۔ عصرِحاضر'میڈیا' کا دور ہے۔پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا دونوں ہی بڑے موثر ہیں اور ناگزیر حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔اُمت مسلمہ اور بالخصوص جنوبی ایشیا میں پاکستان کے مسلمانوں میں ذہنی وفکری تبدیلی لانے کے لیے بھی یہ دونوں عوامل بڑے ہی فیصلہ کن انداز میں روبعمل لائے جارہے ہیں۔

13۔ گفتگو کے اس مرحلہ پر ایک ناگزیر بات یہ بھی نگاہوں کے سامنے رہے تو کئی قسم کے اشکالات اور متوقع پریشانیوں سے بچا جا سکتا ہے۔اور وہ حقیقت یہ ہے کہ اُمت مسلمہ یا پاکستان کے بارے میں تجزیہ نگار مسلمانوں میں سے بھی ہیں اور غیر مسلموں میں سے بھی۔ یہ تجزیہ نگار

امکانی حدتک غیر جانبدار بھی ہو سکتے ہیں اور جانبدار بھی۔ یہ تجزیہ نگار کسی خفیہ ایجنسی کے تنخواہ یافتہ اور مراعات یافتہ بھی ہو سکتے ہیں اور آزاد منش(FREE LANCERS) بھی۔ یہ تجزیہ نگار، تجربہ کار اور منجھے ہوئے بھی ہو سکتے ہیں اور یہ تجزیہ نگار رائے عامہ کو غلط رُخ پر ڈالنے اور اپنے حق میں کرنے والے بھی ہو سکتے ہیں۔ یہ تجزیہ نگار کوئی MASK لیکر یعنی دوست بن کر دراصل دشمن کے ایجنٹ بھی ہو سکتے ہیں اور حقیقی دوست بھی۔ اپنی اصلیت کو چھپا کر عالمی سطح پر رائے عامہ کو گمراہ کرنے والے ادارے بھی کام کرتے ہیں اور افراد بھی۔ ایسے اداروں میں سے سب سے مکروہ مثال BBC لندن کی ہے کہ وہ آزادی رائے کے نام سے ایک معروف ادارہ ہے جو برطانوی وزاتِ دفاع کا حصہ ہے اور اس کا سارا بجٹ اسی سے آتا ہے۔اس کا کام عالمی سطح پر رائے عامہ کو برطانوی سامراج (صہیونیت) کے لئے ہموار کرنا ہے۔اور بالخصوص مسلمانوں کو ہر جگہ گمراہ کرنا ہے۔صاف ظاہر ہے کہ اس کردار کے حامل ادارے کے لئے یہ بات ناگزیر ہے کہ وہ اپنے اصلی چہرے کو چھپائے اور اپنا بھرم قائم رکھنے کے لئے چونکا دینے والی اور جزوی طور پر صحیح خبریں دے۔ یہ ادارہ اپنے مقاصد کو حاصل کرنے میں (گزشتہ 80 سال سے) لگا ہوا ہے۔BBC سننے والے اس طرح کے کتنے سامعین ہیں جو اس حقیقت سے واقف ہیں مگر باقاعدگی سے اس ادارے کی نشریات پر اندھا دھند اعتماد کرتے ہیں۔ اسی طرح VOICE OF AMERICA امریکی "C.I.A" کا MOUTH PIECE ہے اور اس کے مقاصد کے فروغ اور اُمت مسلمہ کے خلاف زہر اُگلنے میں سرفہرست ہے۔اسی پر قیاس کرنا چاہیے دیگر مغربی نشریاتی اداروں کی فراہم کردہ معلومات کو۔

14۔ اسی الیکٹرانک میڈیا اور پرنٹ میڈیا کے تجزیہ نگاروں میں سے ایک گروہ ایسا ہے جو تجزیہ نگاری کے پردے میں امریکہ، ناٹو،صہیونیت اور مغربی اسلام دشمن قوتوں کے آئندہ منصوبوں کو مرحلہ وار ہمارے ذہن میں اتارتا ہے اور اُسے قابل قبول بناتا ہے تاکہ جب وہ منصوبہ واقع ہو جائے تو اُمت مسلمہ میں کوئی شدید ردّ عمل برپا نہ ہو بلکہ ایک معمول کا واقعہ سمجھ لیا جائے۔حالانکہ درحقیقت وہ واقعہ مسلمان دشمن قوتوں کا ایک منصوبہ ہوتا ہے۔

15۔ قارئین میں سے جس کی عمر بھی پچاس سال کے قریب ہے، وہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے

کام میں لگا ہوا ہے اور اسلام کے عالمی غلبہ، پاکستان کا معجزانہ قیام اور اس کی محیرّالعقول انداز میں بقاوحفاظت پر بھی اس کی نظر ہے، اس کو معلوم ہے کہ گزشتہ ربع صدی سے پاکستان کے بارے میں مغربی یا مغرب زدہ سیکولر زرد صحافت کے تجزیے ایک ہی مقصد کو آگے بڑھا رہے ہیں اور وہ ہے پاکستان میں عدمِ استحکام پیدا کرنا۔ ہمارے پڑوسی ملک بھارت کے تجزیہ نگار یا اُن کا 'ظِل' جو پاکستانی نژاد صحافی ہیں (یعنی بھارت کے زیراثر جرائد کے مدیران اور کالم نگاران) وہ اس سے بھی ایک قدم آگے پاکستان کے قیام کے نتیجے میں وجود میں آنے والی سرحدی لکیر کو عارضی قرار دینے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں اور اس کو ختم کر دینے کے اشارے کرتے ہیں۔کبھی تقسیم شدہ خاندانوں کی 'غم' میں اشک بہاتے ہیں اور کبھی یہاں کے مسلمانوں اور ہندوؤں کے مشترکہ تہذیبی ماضی کا رونا روتے ہیں ـــــ مگر افسوس کہ وہ آج جس غم میں مبتلا ہیں تقسیم ہند (یعنی قیامِ پاکستان) کے وقت وہ جذبہ کہیں ڈھونڈھے سے بھی نظر نہیں آتا بلکہ مسلمانوں کا قتل عام، خواتین کی بے حرمتی، قافلوں کا لوٹنا، پاکستان کے اثاثوں کا ہڑپ کر جانا وغیرہ وغیرہ جیسے مہیب جرائم بھی ان کو اپنی آنکھ کے تنکے کے برابر بھی نظر نہیں آتے۔ بظاہر اس صف میں صحافت کے آسمان کے کئی نامور ستارے بھی ہیں جن کے 'اُجلے دامن' پر بھارتی 'مالی سرپرستی' یا امریکی 'اشیر باد' کے بدنما داغ اور NGOS کے نام پر ڈالروں کی بارش کے گندے اور ناپاک چھینٹے سوچے بھی نہیں جا سکتے مگر عملاً ایسا ہی ہے۔کوئی منصف مزاج قلمکار جس کی نظر برطانوی ہند کے ماضی پر ہے وہ ایسا تجزیہ کر ہی نہیں سکتا ہے۔سوائے اس کے کہ اس کی آنکھ کا 'زاویہ' ٹیڑھا ہو گیا ہو یا ٹیڑھا کر دیا گیا ہو۔

16۔ عالمی سطح کے تجزیہ نگار اور ان سے خوشہ چینی کر کے ہمارے مقامی انگریزی اور اردو پریس میں لکھنے والے بعض سابق جنرل، سابق سفراء، تجربہ کار بیوروکریٹ، قلمکار بھی ایک خاص قسم کے منفی مفروضے قائم کرتے ہیں اور چاہتے ہوئے یا نہ چاہتے ہوئے بھی وہ صہیونی مقاصد کی تائید کے مرتکب قرار پاتے ہیں۔اور پاکستان کے کروڑوں مسلمانوں مخلص عوام کی دل شکنی اور حوصلہ شکنی کے جرم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ یہ منفی مفروضے یاالفاظ دیگر ایک طرح کا تعصب حالات کے بارے میں حقائق تک رسائی کے عمل میں رُکاوٹ بن جاتا ہے اور گوہر مقصود ان کے ہاتھ نہیں آتا۔ البتہ عوام میں مایوسی پھیلا کر اور کرب میں اضافہ کر کے مغرب کے صہیونی

کارپردازوں کو خوش ضرور کر دیتے ہیں۔

17۔ پاکستان کے بارے میں جو تجزیے امریکہ، یورپ اور صہیونیت کے زیر اثر اخبارات، کتب، رسائل، ریڈیو، ٹی وی، وڈیو بلاگز (V BLOGS) اور کارٹون کے ذریعے دنیا میں عام کیے جاتے ہیں (اور گزشتہ نصف صدی سے کیے جا رہے ہیں) وہ بالعموم اس نوعیت کے ہیں:

(i) پاکستان ایک غیر مستحکم ریاست ہے۔

(ii) پاکستان میں سیاسی عدم استحکام ہے۔

(iii) پاکستان ایک جمہوری ریاست بن کر نہیں چل سکتا۔

(iv) پاکستان میں مارشل لا ہی یہاں کے عوامی مزاج کے مطابق ہے۔

(v) پاکستان معاشی لحاظ سے ایک 'ناکام' ریاست ہے۔

(vi) پاکستان میں بجلی، پانی، کا بحران معاشی ترقی کے زوال کا باعث ہے اور لوڈ شیڈنگ کے باعث عوام اب 'پتھر کے زمانے' میں موم بتی اور لالٹین کے ذریعے زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔

(vii) امریکہ کے مفادات کے خلاف دین و مذہب سے وابستگی پاکستان کے عوام کو مہنگی پڑے گی۔

(vii) پاکستان کو مذہب سے کاٹ کر ایک روشن خیال ریاست بنا دیا جائے تا کہ دنیا میں 'دہشت گردی' کے گڑھ ہونے کا الزام صاف ہو سکے۔

(ix) پاکستان ایک ایٹمی ملک کے طور پر دنیا کے لئے دہشت گردی کی علامت ہے؛ لہٰذا ایٹمی طاقت ختم کر کے پاکستان کو بھارت کا تابع مہمل بن کر خطے میں امن سے رہنا ہوگا۔

(x) امریکہ اور NATO یا دراصل صہیونیت اپنے عالمی غلبے کے باعث اُمت مسلمہ کو بالعموم اور پاکستان کے عوام کو بالخصوص مغربی تہذیب کے مادر پدر آزاد، خدا بیزار، خدا دشمن، اخلاق دشمن اور انسان دشمن لائف سٹائل اور رویوں میں جکڑ لینا چاہتے ہیں تا کہ پاکستان کا ایک SOFT اور MODERATE IMAGE دنیا کے سامنے آئے۔ اس غرض سے امریکہ NGO'S کے ذریعے، میڈیا کے ذریعے، اپنے مسلط کردہ حاکموں کے ہاتھوں ہمارے ملک کا تعلیمی نصاب، دوقومی نظریہ کی سوچ اور ہمارے HEROS علامہ اقبال، قائداعظم وغیرہ کو اب نصاب سے

نکالنے اور اکھنڈ بھارت کا تصور ڈالنے میں کامیاب ہو چکا ہے۔ پہلی جماعت سے انگریزی ذریعہ تعلیم نے رہی سہی کسر پوری کر دی ہے۔ لہٰذا ان کے نزدیک آئندہ 20-30 سال بعد ہماری نسلیں پوری طرح سیکولر اور آزاد خیال ہوں گی اور یوں پاکستان کا خاتمہ ہو جائے گا۔

(xi) پاکستان میں علاقائیت کو ہوا دے کر پاکستان کے ٹکڑے کرنے کے لئے امریکہ خفیہ طریقوں اور NGOS کے ذریعے بے پناہ سرمایہ لگا رہا ہے اور میڈیا کے ذریعے بے حیائی عریانیت اور حیوانیت کو فروغ دے کر نظریۂ پاکستان کی جڑیں کمزور کر رہا ہے۔ تا کہ پاکستان کے استحکام کی واحد ممکنہ اساس کمزور ہو کر ختم ہو جائے اور یوں پاکستان کے حصے بخرے (BALKANISATION) ہو سکے۔ اعاذنا اللہ من ذالک

(xii) پاکستان کے مستقبل کے بارے میں یہ تجزیہ نگار اگلے پانچ یا سات سال کے دوران مختلف قسم کے عوامل کے تحت ایسے نتائج نکالتے ہیں جو سب کے سب نظریہ پاکستان اور پاکستانی تشخص کے اعتبار سے منفی ہی قرار دیئے جا سکتے ہیں اور دبے الفاظ میں ان تجزیہ نگاروں کی سوچ بھی 'امریکی' یا 'مغربی' ہی ہے اور ان کے 'سوچنے کا انداز' اور استدلال بھی سیکولر اور ابلیسی ہے ان کے تجزیوں کا حاصل بھی یا تو امریکی اور صہیونی خواہشات ہیں یا ان کے منصوبے اور اس سے ذرا نچلی سطح پر دیکھیں تو ان کے ابلیسی توسیعی منصوبوں کے لئے راہ ہموار کرنے کا عمل ہے یا اس کے لئے ممد و معاون اقدامات کا جواز فراہم کرنا۔

ان گمراہ کن تجزیوں کے پس منظر میں تجزیہ نگار کا ذہن جس چھوت کی بیماری کا شکار رہتا ہے (اور چھوت کی بیماری ایک صحافی سے دوسرے صحافی کو اور ایک قاری سے دوسرے قاری کو منتقل ہوتی چلی جاتی ہے) وہ بیماری یہ نظریہ ہے کہ اگلے متوقع چند سالوں میں پاکستان کا (خاکم بدہن) یہ حال ہو جائے گا مگر ان سالوں میں ان تجزیہ نگاروں کے امریکی سرپرست علیٰ حالہ قائم رہیں گے۔ گویا حالات بدلیں گے اور منظر نامہ (SCENARIO) بدلے گا تو صرف پاکستان کا سعودی عرب کا یا عالم اسلام کا بدلے گا۔ امریکہ اور صہیونی وہیں کے وہیں رہیں گے۔ تاریخ کا یہ نظریہ فکری کجی یا NGO'S کے تحت مالی سرپرستی کے زہریلے اثرات کے بغیر جڑ نہیں پکڑ سکتا۔

18۔ ہمارے نزدیک یہ مفروضہ (جسے ہم نے ایک بیماری کا نام دیا ہے) ایسا خطرناک اور

زہرآلودہ سوچ کا حامل ہے کہ کم ازکم عالم اسلام اور پاکستان کے بارے میں کیا گیا کوئی اچھا بھلا تجزیہ ردّی کی ٹوکری میں ڈالے جانے کے قابل رہ جاتا ہے۔ بظاہر بڑا مدلّل اور زمینی حقائق کے ساتھ اعداد و شمار کا سہارا لے کر کیا گیا تجزیہ اور بڑے معقول نتائج کیوں بے اثر رہ جاتے ہیں اس لئے کہ اس تجزیے میں عالمی خفیہ ہاتھوں میں کسی متوقع تزلزل کو جو نظرانداز کیا جاتا ہے وہ عامل (FACTOR) اپنا کام دکھا کر تمام نتائج کو بے نتیجہ کر دیتا ہے۔

گزشتہ نصف صدی کی تاریخ گواہ ہے کہ پاکستان کے بارے میں مغربی تجزیے دھرے کے دھرے رہ گئے اور ہر دس پندرہ سال بعد حالات نے پلٹا کھایا اور پاکستان پھر سے مغربی سامراج کے لئے ناگزیر تزویراتی اتحادی کا درجہ حاصل کر گیا۔

سفارتی سطح کی اس ناکامی کو مغرب تو کبھی زبان پر بھی لاتا مگر آنکھیں کھلیں ہوں تو یہ بظاہر جھوٹے حقائق بھی نمایاں نظر آجاتے ہیں۔ ہم یہاں دو شخصیات کے تاثرات بیان کیے بغیر آگے جانا پسند نہیں کر رہے تاکہ ہمارے قارئین بھی موقع کی مناسبت سے مغربی تجزیہ نگاروں کا یہ بوداپن (جسے وہ حالات کی سنگینی یا نیرنگی قدرت سے تعبیر کریں گے) محسوس کر سکیں۔

☆ ہمارے نزدیک اس سلسلے کی پہلی شہادت اور تبصرہ ہم یہاں ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کی تالیف ''اسلام کے انقلابی فکر کی تجدید و تعمیل'' سے یہاں نقل کر رہے ہیں:

''اس ضمن میں 68ء-69ء کے لگ بھگ راقم نے اپنا یہ تاثر پروفیسر مرزا محمد منور* کے سامنے بیان کیا کہ: ''مجھے تو ایسے محسوس ہوتا ہے کہ جب ہم ٹیڑھے ہونے لگتے ہیں تو اللہ پوری کائنات کو ٹیڑھا کر کے ہمارے ساتھ سازگار اور ہم آہنگ کر دیتا ہے'' تو اس سے مرزا صاحب بھی بہت محظوظ اور متاثر ہوئے تھے۔'' (* گورنمنٹ کالج لاہور کے پروفیسر مرزا محمد منور صاحب اقبالیات کے ماہر تھے اور بعد میں اقبال اکیڈمی کے ڈائریکٹر بنے) ـــــ اور اس تاثر پر دونوں عظیم شخصیات متفق ہیں۔

دوسری شہادت ایک امریکی اہم عہدیدار کی ہے جو آج سے کوئی ایک عشرہ قبل اخبارات کی زینت بنی تھی۔ پاکستان اور امریکہ کی دوستی اور سفارت کاری کی تاریخ کی مثال ہلکے اور مہذب انداز میں حضرت یوسف علیہ السلام اور برادرانِ یوسف کے رویے سے دی جا سکتی ہے۔ وصل و فصل اور وفا و جفا کا یہ قصہ چونکہ پاکستان کی ایک کمزور سیاسی اقتصادی اور صنعتی حیثیت کی

بناپر امریکہ کی مغربی طرز کی ظالم جفا کار اور مطلب پرست سفارتکاری سے جڑا ہوا ہے لہٰذا ہم مسلمانانِ پاکستان تو حالات کی عدم موافقت کو اپنی بداعمالیوں کا نتیجہ کہہ کر خاموش ہو جاتے ہیں تاہم امریکی تجزیہ نگاروں کے لیے پاکستان کی بقا، اس عظیم ملک کے قیام کی طرح ڈراؤنے خواب سے کسی طرح کم نہیں ہے۔

امریکی اہم عہدیدار نے بیان دیا تھا (اس کے بے شمار گواہ ابھی زندہ ہوں گے) کہ پاکستان کے امریکی پالیسیوں کے مطابق مکمل تعاون نہ کرنے کی پاداش میں امریکہ جب ایک سخت پالیسی بنا کر اس پر عمل درآمد کی طرف بڑھتا ہے 'بدقسمتی' سے عالمی حالات اور علاقائی منظر نامہ ایسے بدل جاتا ہے کہ پاکستان کی اہمیت دوبارہ بڑی مرکزی ہو جاتی ہے اور ہمیں (منافقانہ طور پر) پاکستان کو پھر گلے لگانا پڑ جاتا ہے اور پاکستان پھر سے اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے لگ جاتا ہے اور عالمی دباؤ سے نکل جاتا ہے، اس کی کئی مثالیں گزشتہ چھ عشروں میں بڑی واضح ہیں۔

ہمارے نزدیک اوپر درج دو شہادتوں کا حاصل یہ ہے کہ پاکستان کے بارے میں ہمارے دشمنوں کے خیالات، نظریات، منصوبے، روڈ میپ، تجزیے، رویے اور پروپیگنڈے اپنی جگہ ـــــ ہمارا ان پر کوئی کنٹرول بھی نہیں اور تادمِ تحریر کوئی مقام بھی نہیں کہ ان کو اس طرزِ عمل سے روک سکیں تاہم ہمارے دشمنوں کے اس رنگ بدلتے رویے کی تاویل ضرور ہمارے ذمہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مشہور قول ہے کہ

عرفت ربی بفسخ العزائم

''میں نے اپنے رب کو پہچانا ارادوں کے ٹوٹنے سے''

اس کے مطابق امریکی تجزیہ نگار اور صیہونی عالی دماغ غور کرتے ہیں یا نہیں اور اس سے اپنے سیکولر، غیر اخلاقی، حیوانی، انسان دشمن اور ابلیسی طرزِ فکر سے یوٹرن (U-TURN) لیتے ہیں یا نہیں یا لیتے ہیں تو کب لیتے ہیں یہ ہمارا مسئلہ نہیں ہے اور ہمارے اس مسئلے پر غور و فکر اور تجزیوں کا کچھ حاصل نہیں ہے۔ تاہم دشمن کے ستم رسیدہ، مظلوم اور بے بس و بے گناہ 'قیدی' کی حیثیت سے اس کیفیت سے اپنے لیے کچھ نتائج ضرور اخذ کرنے ہمارے فائدے میں ہیں۔

جیل خانوں کی بلند اور سنگلاخ چٹانی دیواروں کے پیچھے وقت گزارنے والے مظلوم قیدی بھی جیل توڑ کر اپنے فرار کے لیے منصوبے بناتے رہتے ہیں اور اس کی کامیابی کے امکانات کا رازداری سے جائزہ لیتے رہتے ہیں۔ منصوبے بناتے رہتے ہیں، کوشش (ATTEMPT) کرتے رہتے ہیں اور ناکام ہوتے رہتے ہیں۔ شاذ ایسے منصوبے کامیاب بھی ہو جاتے ہیں۔ بعینہٖ اسی طرح مسلمانانِ عالم بالعموم اور مسلمانانِ پاکستان بالخصوص اپنے موجودہ حکمرانوں (اور نصف صدی کے سابقہ حکمرانوں) کی وساطت سے امریکی غلامی میں ہیں۔ غلاموں کا اپنی آزدی کے منصوبے بنانا اوران کو آگے بڑھانے کے لیے سعی و جہد کرنا ـــــــ آقاؤں کو (تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ) کبھی پسند نہیں آیا ـــــــ مگر یہ بات بڑی حوصلہ افزا اور خوش آئند ہے کہ کسی سطح کے غلاموں کو کبھی اس سے روکا نہیں جا سکتا اور نہ روکا جا سکا ہے اور نہ ہی کوئی قوم ہمیشہ کسی دوسری قوم کی غلام رہی ہے۔

ظالم جابر فرعونوں، عیاش حکمرانوں، امریکی اور صہیونی دماغوں کی بظاہر مہذّب دنیا اور اجلی صاف ستھری چمکتی دمکتی حیوانی اقدار کے مطابق محکوموں اور غلاموں کے کوئی حقوق نہیں ہیں بلکہ ان کے سیکولر قانون میں ان غلاموں کو اپنا حق مانگنا تو دور کی بات ہے اپنے حقوق کا سوچنا بلکہ اپنے آپ کو انسان سمجھنا بھی جرم ہے اور اس طرف دماغ کا یک حصہ مختص کرنا یا وقت کا کچھ حصہ لگانا بھی بغاوت اور ابلیسی نظام سے فرار کے زمرے میں آتا ہے۔

فرعونِ مصر، موسیٰ علیہ السلام پر قتل کے جرم کے باوجود ہاتھ نہیں ڈال سکا، نمرود، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بال بیکا نہیں کر سکا، مکہ کے مغرور اور فرعون صفت سردار' حضرت محمد ﷺ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے۔ تاریخ گواہ ہے ذوق یقین سے ہی غلامی کی زنجیریں کٹ جاتی رہی ہیں اور اب بھی پاکستان کے عوام میں ذوقِ یقین پیدا ہو جائے تو امریکی اور صہیونی دماغ مسلمانانِ پاکستان اور افغانستان کو زیادہ دیر 'غلام' نہیں رکھ سکتے اور وہ وقت آنے والا ہے کہ دنیا کے بے جا ظلم اور ناروا دباؤ میں جکڑے مظلوم مقہور انسان جب اُٹھتے ہیں تو بڑے بڑے مطلق العنان اور خدائی کے دعویدار نشانِ عبرت بن جاتے ہیں، تاج پاؤں میں ٹھوکریں کھاتے ہیں محلات اور باغ جنگلی جانوروں کی اماجگاہیں ہوتی ہیں اور متکبر اور جابر قوتیں اور ان کے اہل کار خوردبینوں سے کہیں نظر

نہیں آتے ،فنا کے گھاٹ اتر جاتے ہیں جو بچ جاتے ہیں وہ منہ چھپاتے پھرتے ہیں

فٹ پاتھ کی دیوار سے چپکے ہوئے پتے
کل شام ہواؤں کو سرشاخ ملے تھے

آنکھوں والوں کے لیے یہ باعث عبرت ہے اور مغربی جبر، ظلم، سفاکی، بے حیائی، اسلام دشمنی، تہذیبی بالادستی، صنعتی ترقی اور دجالیت کے باوجود پاکستان کا زندہ رہنا ایک محیرالعقول واقعہ ہے۔ نہتے طالبان کے ہاتھوں عالمی اتحاد (NATO) کا شکست کھا جانا اور مذاکرات کی بھیک مانگنا واپسی کا محفوظ راستہ مانگنا بھی حق کی فتح اور اکیسویں صدی کا معجزہ ہے۔

ہمارا مطلب یہ ہے کہ مغرب تو ایک بڑی حقیقت کو تسلیم نہیں کرتے اور نہ اس کے مراعات یافتہ میڈیا اور حکومتی اہل کاروں کو یہ توفیق نصیب ہوتی نظر آتی ہے کہ اس کائنات کی سب سے بڑی حقیقت ''اللہ تعالیٰ'' کی ذات ہے

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِل (22-62)

''یہ اس لیے کہ اللہ ہی برحق ہے اور جس چیز کو یہ (کافر) لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ باطل (اس کا وجود ہی نہیں) ہے''

اس اللہ تعالیٰ کے بھی کچھ منصوبے ہیں، پسند و ناپسند ہے مرضی اور مشیّت ہے۔ اس کی مرضی، مشیت، اختیار اور قوت ہماری سوچ سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ قرآن مجید کا خودسر قوموں کے بارے میں یہ بیان کتنا عبرت ناک ہے

فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ قَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ O (16:41)

''جو عاد تھے وہ ناحق ملک میں غرور کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم سے بڑھ کر قوت میں کون ہے؟ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ جس نے ان کو پیدا کیا وہ ان سے قوت میں بہت بڑھ کر ہے اور وہ ہماری آیتوں سے انکار کرتے رہے۔''

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِىْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ

الْخِزْیِ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَۃِ اَخْزٰی وَ ھُمْ لَا یُنْصَرُوْنَO

''تو ہم نے ان پر نحوست کے دنوں میں زور کی ہوا چلائی تا کہ ان کو دنیا کی زندگی میں ذلت کے عذاب کا مزہ چکھادیں اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی ذلیل کرنے والا ہے اور (اس روز) ان کو مدد بھی نہ ملے گی۔''

وَ اَمَّا ثَمُوْدُ فَھَدَیْنٰھُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰی عَلَی الْھُدٰی فَاَخَذَتْھُمْ صٰعِقَۃُ الْعَذَابِ الْھُوْنِ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ O

''اور جو ثمود تھے ان کو ہم نے سیدھا رستہ دکھا دیا تھا مگر انہوں نے ہدایت کے مقابلہ میں اندھا رہنا پسند کیا تو ان کے اعمال کی سزا میں کڑک نے ان کو آ پکڑا اور وہ ذلت کا عذاب تھا۔''(17:41)

مسلمانانِ پاکستان کو اپنی حقیقت پہچاننی چاہیے۔ آج جو مسلمان امریکی مفادات کو آگے بڑھانے کے لیے صرف تھوڑے سے دنیاوی لالچ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو بھلائے بیٹھے ہیں انہیں بھی اس 'امریکی غلامی' اور 'فرعون وقت سے تعاون' کے جرم سے توبہ کرنی چاہیے اور مسلمان عوام کو بھی اپنے موجودہ طرزِ عمل سے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے حقیقی وفاداری کا عہد کرنا چاہیے۔

ان شاء اللہ مغرب کے سارے تجزیے دھرے کے دھرے رہ جائیں گے اور اسلام کے ساتھ ساتھ مسلمانانِ پاکستان اور عدل اجتماعی کو دنیا میں فروغ ہوجائے گا اور آج جو انسانیت سیکولرازم اور مغربی حیوانی تہذیب کے کرب میں بے حال ہے وہ اعلیٰ انسانی اقدار، مساوات، حقیقی آزادی اور معاشی خوشحالی کے دامن میں آ کر سکھ کا سانس لے گی اور دنیا و آخرت کی کامرانیاں حاصل کرے گی۔ یہی اسلام ہے یہی مسلمانی ہے یہی حضرت محمد ﷺ کا مقصد بعثت ہے یہی آپ ؐ کی رحمت للعالمینی ہے۔ـــــــــو ماذالك على الله بعزيز

؎ چمن کے مالی اگر بنالیں موافق اپنا شعار اب بھی
چمن میں آ سکتی ہے پلٹ کر چمن سے روٹھی بہار اب بھی

خودی اور نشرِ توحید

ڈاکٹر محمد رفیع الدین مرحوم
کی کتاب ''حکمت اقبال'' سے ایک باب

مؤمن کا میدانِ کار

جب مؤمن کی خودی میں انقلاب آتا ہے تو وہ نہ صرف بے پناہ قوتِ عمل کا مالک بن جاتا ہے بلکہ اس قوتِ عمل کے اظہار کے لئے میدانِ کار بھی تلاش کرتا ہے اور اس کا میدانِ کار باطل کا استیصال اور حکمِ حق کا اجرا ہوتا ہے۔ جس کی ابتداء کلمہ توحید کی اشاعت اور خدا کی محبت کی دعوت سے ہوتی ہے۔ کیونکہ اپنے محبوب کی طرح وہ بھی چاہتا ہے کہ نوعِ انسانی منزلِ کمال کو پہنچے۔ اس کا مقصد حیات وہی ہوتا ہے جو اس کے محبوب کا مقصد ہے۔ لہٰذا جب تک اس کائنات میں خدا کا مقصد پورا نہیں ہوتا اس وقت تک اس کے عاشق کا مقصد بھی پورا نہیں ہوتا اور خدا کا مقصد نوعِ بشر کی تکمیل ہے جو خدا کے قول کن سے ہو رہی ہے۔ خدا کی محبت میں خدا کے مقصد کی محبت بھی شامل ہے لہٰذا مومن خدا کے قول کن کا ممد و معاون بنتا ہے اور خدا کے بندوں کو خدا کی محبت کی طرف بلاتا ہے اور اپنی دعوت کو مؤثر اور کامیاب کرنے کے لئے اپنے عمل کی قوتوں کو جو خدا کی محبت سے مزید قوت پا کر درجۂ کمال کو پہنچ چکی ہوتی ہیں، ہر ممکن طریق سے کام میں لاتا ہے اور ایسا کرنا اس کی اپنی آرزوئے حسن کی تشفی کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ چونکہ وہ خدا کی مرضی کے مطابق پہلے خود بدل جاتا ہے اس لئے وہ دنیا کو بھی بدل سکتا ہے اور بدلتا ہے پہلے وہ خدا کے جمال کا نقش اپنی جان میں پیدا کرتا ہے اور اس کے بعد اس نقش جمال کو دنیا میں عام کر دیتا ہے۔

خدا کے دو مختلف قسم کے عاشق

ایک خدا کا عاشق وہ ہے جو خدا کی محبت سے سرشار ہو کر 'اللہ ہو' کا ایک نعرہ لگاتا ہے لیکن پھر خاموش ہو کر دنیا سے کنارہ کش ہو جاتا ہے اور اپنی خاموش گوشہ نشین محبت کو اپنی نجات کے لئے کافی سمجھتا ہے۔ وہ عبادت اور ریاضت تو کرتا ہے لیکن خدا کی محبت سے قوت پا کر باطل سے ٹکر نہیں لیتا اور خدا کا حکم دنیا میں جاری نہیں کرتا۔ حیدر کرار (رضی اللہ عنہ) کی طرح جو کی روٹی تو کھاتا ہے لیکن آپ کی طرح خیبر فتح کرنے کے لئے نہیں نکلتا بلکہ ایک راہب کی طرح کسی خانقاہ کے گوشہ عزلت میں چھپ کر بیٹھ جاتا ہے اور بادشاہت سے گریز کرتا ہے۔ دوسرا عاشق خدا وہ ہے جس کے نعرۂ 'ہو' سے کائنات ہل جاتی ہے اور اس کی قیادت کی تمنا میں اس کے کوچہ کے گرد گھومنے لگتی ہے۔ وہ باطل سے ٹکراتا ہے تاکہ اسے ملیامیٹ کر کے دنیا میں خدا کا حکم جاری کرے۔ وہ باطل کی دنیا کو اپنا شکار سمجھتا ہے اور اسے فنا کے گھاٹ اتار دینا چاہتا ہے چونکہ وہ خدا کا وہ کام کرتا ہے جس کا انجام پانا بالقوہ کائنات کی فطرت میں ہے اور جو ہر حالت میں انجام پا کر رہے گا وہ کائنات کے ارتقا کی قوتوں کو جو کائنات کے اندر مخفی ہیں، اپنے ساتھ شریک کار بنا لیتا ہے؛ لہٰذا اس کی تدبیر خدا کی تقدیر سے ہم آہنگ ہو جاتی ہے اور جو کچھ وہ چاہتا ہے وہی ہو جاتا ہے۔ عصر جدید کی دنیا جس میں دہریت، مادیت اور کفر اور الحاد کا دور دورہ ہے ایسے عاشق کے لئے ایک زبردست چیلنج کا حکم رکھتی ہے۔ اسے چاہئے کہ اس چیلنج کو قبول کرے اور عصر جدید کو مشرف بتوحید کر کے دنیا کو خدا کی مرضی کے مطابق بدل دے۔ اقبال حلاج کی زبان سے جس نے 'اَنا الحق' کہا تھا ان حقائق کی تلقین کرتا ہے کیونکہ 'اَنا الحق' (میں خدا ہوں) کہنے کے معنی یہ ہیں کہ انسان دنیا میں وہ کام کرے جو خدا کر رہا ہے اور اس طرح سے خدا کا معاون اور شریک کار بن جائے۔ لہٰذا ان حقائق کی تلقین حلاج ہی کر سکتا تھا۔ اس طریق سے اقبال نے حلاج کے قول 'اَنا الحق' کو جسے لوگوں نے کفر قرار دیا تھا ایک نئے معنی پہنائے جو اسلام کے مطابق ہیں۔

نقش حق اوّل بجاں انداختن   باز او را در جہاں انداختن!
نقش جاں تا در جہاں گردد تمام   می شود دیدارِ حق دیدارِ عام!
اے خنک مردے کہ از یک ہُوے او   نُہ فلک دارد طوافِ کوے او

وائے درویشے کہ ہُوے آفرید بازلب بربست و دم در خود کشید
حکمِ حق را در جہاں جاری نکرد نانے از جو خورد و کرّاری نکرد
خانقاہے جست و از خیبر رمید راہبی درزید و سلطانی ندید!
نقشِ حق داری؟ جہاں نخچیرِ تست ہم عناں تقدیر با تدبیر تست
عصر حاضر با تو می جوید ستیز
نقشِ حق بر لوحِ ایں کافر بریز!

مسلمانوں کا قومی نصب العین

کلمہ توحید کی نشر واشاعت مسلمانوں کا فطری مقصد زندگی اور قومی نصب العین ہے۔ کائنات میں مسلمان قوم کے وجود کا دار و مدار کلمہ توحید کی نشر واشاعت پر ہے۔ اگر وہ توحید کی نشرواشاعت نہ کرے گی تو کائنات اپنے کمال کی طرف ارتقا نہیں کر سکے گی لیکن چونکہ کائنات کا ارتقا ضرور جاری رہے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ یا تو مسلمان قوم ضرور کلمہ توحید کی عالمگیر اشاعت کا کام کرے گی اور یا پھر رب کائنات اسے مٹا کر ایک اور قوم پیدا کرے گا جو اس کام کو انجام دے گی لیکن کلمہ توحید کی عالمگیر اشاعت اور قبولیت عالم انسانی کی تاریخ کا ایک ضروری باب ہے جو ہر حالت میں اس تاریخ کے اندر لکھا جائے گا۔ خواہ اس باب کا مرکزی کردار موجودہ مسلمان قوم ادا کرے یا اس کی جگہ لینے والی کوئی اور مسلمان قوم۔ کلمہ توحید کی عالمگیر اشاعت کائنات کے ارتقا کی ایک ضروری منزل ہے جس سے کائنات ہر حالت میں گزرے گی، خواہ اس منزل کی راہ نمائی ہم کریں یا ہمارے مٹنے کے بعد کوئی اور قوم جو ہم سے زیادہ خدا سے محبت کرتی ہو اور خدا کے دین کی نشرواشاعت کے لئے ہم سے زیادہ مستعد اور سرگرم عمل ہو۔ چنانچہ قرآن حکیم نے ایک طرف سے تو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ مسلمان قوم دنیا کی تمام قوموں سے بہتر قوم ہے جو لوگوں کی راہ نمائی کے لئے پیدا کی گئی ہے؛ اس لئے کہ وہ سچے خدا پر ایمان رکھتے ہیں (وہ ایمان جو نیک وبد کی تمیز کا واحد معیار اور اس تمیز کو جامہ عمل پہنانے کا ایک ہی محرک ہے) اور اس بنا پر نیک کاموں کی تلقین کرتے ہیں اور برے کاموں سے منع کرتے ہیں۔

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ

الۡمُنۡكَرِ وَ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ (110:03)

اور دوسری طرف سے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اے مسلمانوں اگر تم خدا کے دین کو ترک کر دو گے تو خدا تمہاری جگہ ایک اور قوم لے آئے گا جو خدا سے محبت کریں گے اور جن سے خدا محبت کرے گا جو مومنوں کے ساتھ نرمی سے اور کافروں کے ساتھ سختی سے پیش آئیں گے وہ لوگوں کی ملامت سے بے پرواہ ہو کر خدا کے دین کو پھیلانے کے لئے جہاد کریں گے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَنۡ یَّرۡتَدَّ مِنۡكُمۡ عَنۡ دِیۡنِهٖ فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللّٰهُ بِقَوۡمٍ یُّحِبُّهُمۡ وَ یُحِبُّوۡنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَعِزَّةٍ عَلَی الۡكٰفِرِیۡنَ یُجَاهِدُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَ لَا یَخَافُوۡنَ لَوۡمَةَ لَآئِمٍ (54:05)

پھر اس وعید کے ساتھ قرآن حکیم کا یہ وعدہ بھی ہے کہ خدا نے اپنے رسول کو توحید کے صحیح اور سچے نظریہ حیات کے ساتھ بھیجا ہی اس لئے ہے کہ وہ تمام باطل نظریات پر غالب آئے اور اگر اس بات میں کوئی شخص شبہ کرے تو اسے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اس کی صداقت کی گواہی خود خدا دے رہا اور خدا کی گواہی ہر گواہی سے کفایت کرتی ہے کیونکہ اس سے زیادہ سچا اور کوئی نہیں۔

هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَ دِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ كُلِّهٖ وَ كَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیۡدًا(28:48)

گویا مسلمان اگر توحید کی نشر واشاعت کے لئے کام کریں تو خود خدا کا وعدہ ہے کہ وہ اس مہم میں ناکام نہیں رہیں گے۔ یہی وجہ کہ اقبال بڑے زور سے کہتا ہے کہ اگر مسلمان درحقیقت مسلمان ہے تو جب تک پوری دنیا سے کلمہ توحید کی آواز بلند نہ ہو لے اسے چین سے نہیں بیٹھنا چاہیے

؎ تا نہ خیزد بانگ حق از عالمے
گر مسلمانی نیا سائی دمے

ارتقا کی منزل مقصود

کائنات کے ارتقا کا رخ عقیدہ توحید کی عالمگیر قبولیت کی طرف ہے جو ہو کر رہے گی۔ مسلمان اس ارتقا کا ذریعہ بننے والا ہے اور وہ اس بات سے پوری طرح آگاہ بھی ہے۔ گویا توحید کے نغمے کائنات کے اندر سوئے ہوئے پڑے ہیں۔ کائنات ایک ساز ہے جو کسی زخمہ ور کا منتظر

ہے اور وہ زخمہ ور مسلمان ہے۔ مسلمان اپنے ایمان کی وجہ سے کائنات کے خفیہ نغموں کو یعنی ارتقائے کائنات کی ممکنات کو خوب جانتا ہے اور قرآن کے علم کی وجہ سے ان کا علم اس کے خون میں رواں ہے۔ اسے چاہیے کہ کائنات کے ساز کے تاروں کی اپنی مضراب سے چھیڑ دے پھر دیکھے کہ اس سے کتنے حسین نغمے بلند ہوتے ہیں۔ یہ ساز اسی کے لیے بنایا گیا ہے اگر وہ اسے کام میں نہ لائے تو بیکار رہے یعنی وہ اقوام عالم کا رہنما بنایا گیا ہے اس کے بغیر انسانیت اپنی منزل مقصود کو نہیں پا سکتی مسلمان قوم کی زندگی کا دارومدار اس بات پر ہے کہ وہ خدا (اللہ اکبر یا تکبیر) پر ایمان رکھتی ہے اس ایمان کے تقاضوں میں ایک بنیادی تقاضا عقیدہ توحید کی حفاظت اور اشاعت بھی ہے۔ لہٰذا یہ تقاضا اس کی زندگی کا فطری مقصود ہے جسے وہ ترک کرے تو زندہ نہیں رہ سکتی۔ مسلمان قوم چہرہ ہستی کی رونق اور قرآن کی آیت کریمہ لِتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ کے مطابق اقوام عالم کی راہنما ہے۔

نغمہ ہایش خفتہ در ساز وجود   جویدت اے زخمہ ور ساز وجود
صد نوا داری چو خون در تن رواں   خیزد مضرابے بتارِ او رساں
زانکہ در تکبیر راز بود تست   حفظ و نشر لا الٰہ مقصود تست
تا نہ خیزد بانگ حق از عالمے   گر مسلمانی نیا سائی دمے
آب و تاب چہرہ ایام تو   درجہان شاہد علی الاقوام تو

مسلمان ساز کائنات کا مضراب ہے

قرآن حکیم میں ہے

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ تَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا

''اور اسی طرح سے ہم نے تم کو تاریخ عالم کے وسط میں آنے والی امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے خدا کی ہدایت کے پہنچنے کی گواہی دو اور رسول تمہارے سامنے خدا کی ہدایت کے آنے کی گواہی دے''

مراد یہ ہے کہ جس طرح سے رسول پر یہ فرض عائد کیا گیا تھا کہ وہ خدا کی ہدایت تم تک

پہنچائے اسی طرح تم پر یہ فرض عائد کیا گیا ہے کہ تم خدا کی ہدایت لوگوں تک پہنچاؤ اور تمہیں ایک ایسی امت بنایا گیا ہے جو نوع انسانی کی تاریخ کے وسط میں آئی ہے تاکہ تم اس فرض کو بطریق احسن ادا کرسکو۔ کیونکہ ایک طرف سے تو تم پہلے انبیاء کی امتوں میں سے جو قدیم زمانہ کی امتیں ہیں سب سے آخر پر ہو جس کی وجہ سے جو تعلیم تمھیں دی گئی ہے وہ مکمل ہے اور تا قیامت نوعِ انسانی کی راہ نمائی کے سرچشمہ کے طور پر قائم رہنے کی صلاحیت رکھتی ہے اور دوسری طرف سے تم اپنی اسی مکمل تعلیم کی وجہ سے آئندہ زمانہ کی نسل انسانی کے راہ نما ہو جو تمہاری راہ نمائی کو قبول کر کے اپنے حسن وکمال کی انتہا کو پہنچے گی۔ گویا تم عہد قدیم اور عصر جدید کے درمیان ایک واسطہ یا اتصال کی کڑی ہو۔ کائنات رنگ و بو کوئی راز نہیں یہ اس لیے وجود میں آئی ہے کہ نوع انسانی جو حاصل کائنات ہے، اپنے حسن کی حالت کمال کو پہنچے حسن نوع انسانی کی فطرت میں مضمر ہے اور بالقوہ اس کے اندر موجود ہے اور نوع انسانی کے اپنے ہی ایک ترقی یافتہ عنصر کی راہ نمائی سے جسے مسلمان قوم کہا جاتا ہے بالفعل اور آشکار ہوگا۔ یہ کائنات گویا ایک ساز ہے جو اس بات کا منتظر ہے کہ اس کا ماہر زخمہ ور آئے اور اپنے مضراب سے اس کے تاروں کو چھیڑے اور ان دلکش اور دلنواز نغموں کو بلند کرے جو اس کے اندر پوشیدہ ہیں اور وہ ماہر زخمہ ور مسلمان ہے۔

ے جہان رنگ و بو پیدا تو مے گوئی کہ راز است ایں
یکے خود را بتارش زن کہ تو مضراب و ساز است ایں

عقیدہ توحید کی دلکشی اور فطرت انسانی کے ساتھ اور تمام علمی اور سائنسی حقائق کے ساتھ اس کی مطابقت اور ہم آہنگی مسلمان کے پاس ایک زبردست قوت تسخیر ہے جس سے وہ پوری دنیا کو بے تیغ وتفنگ اور پرامن طریق سے فتح کرسکتا ہے۔

ے ہفت کشور جس سے ہو تسخیر بے تیغ و تفنگ
تو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ سامان بھی ہے

عقیدہ توحید کی دل کشی کا دارومدار

لیکن عقیدہ توحید کی ساری دلکشی کا دارومدار اس حقیقت پر ہے کہ خدا نہ صرف انسان کی آرزوئے حسن کا واحد مقصود اور مطلوب ہے بلکہ خدا کی صفات کا حسن مظاہر قدرت میں آشکار ہے

اور ہم مظاہر قدرت میں اس حسن کا مشاہدہ کر کے خدا کو جان سکتے ہیں اور خدا کے ساتھ اپنی محبت کو فروغ دے سکتے ہیں۔ لہٰذا اگر ہم مظاہر قدرت کے مشاہدہ سے حاصل ہونے والے علم سے (جسے آج کل سائنسی حقائق کا نام دیا جاتا ہے) خدا کے عقیدہ کو الگ کر لیں تو خدا کے عقیدہ کی جاذبیت اور دل کشی باقی نہیں رہتی اور وہ تسخیر قلوب کے ذریعہ کے طور پر پوری طرح سے مؤثر نہیں رہتا اور اس کی نشر واشاعت جلد کامیاب نہیں ہوتی۔ یہی سبب ہے کہ قرآن حکیم نے خدا کے عقیدہ کو مظاہر قدرت کے مشاہدہ اور مطالعہ کے ذریعہ سے سمجھنے پر زور دیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ عقیدہ توحید کی نشر واشاعت کے ضمن میں اقبال ہمیں بتاتا ہے کہ اگر عقیدہ توحید (عشق) کو سائنس (زیرکی) کے ساتھ جوڑ دیا جائے تو پھر اس کی کشش دنیا کے اندر ایک انقلاب پیدا کر دیتی ہے اور ہمیں مشورہ دیتا ہے کہ اُٹھیں اور عقیدہ توحید اور سائنس کو آپس میں ملا کر اسلام کے حق میں ایک عالمگیر ذہنی انقلاب پیدا کریں۔

عشق چوں با زیرکی ہمبر شود　　　نقشبند عالم دیگر شود
خیز ونقش عالم دیگر بنہ　　　عشق را با زیرکی آمیز دہ

مستقبل کا طریق کار

اقبال کے اس مشورہ کو جامہ عمل پہنانے کے لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی یونی ورسٹیوں کے لیے سائنسی علوم کی نصابی کتابوں کو دوبارہ اس طرح سے لکھیں کہ خدا کا عقیدہ ان علوم کا مدار و محور بن جائے۔ اگر آج ہم اپنے فطری مقصد حیات کو جس پر ہماری زندگی کا دارومدار ہے یعنی کلمہ توحید کی نشر واشاعت کو اپنا قومی نصب العین بنالیں تو ہم نہ صرف اندرونی طور پر پوری طرح سے متحد اور منظم ہو سکتے ہیں بلکہ کلمہ توحید کی موثر نشر واشاعت کی غرض سے عقیدہ توحید کو سائنس کے ساتھ ملا کر ہم تسخیر قلوب اور فتح بلاد کی ایک ایسی قوت پیدا کر سکتے ہیں جس کے سامنے ایٹمی ہتھیاروں کی قوت بھی بیکار نظر آئے گی اس کی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں طبیعیات، حیاتیات اور نفسیات کے تمام حقائق عقیدہ توحید کی علمی اور عقلی تائید کے لئے مہیا ہو جاتے ہیں جس سے عقیدہ توحید ایک یقین پر مجبور کرنے والی حقیقت بن جاتا ہے۔ ایک قوم کسی مقصد حیات کے ماتحت ہی متحد ہو سکتی ہے جس قوم کا کوئی مقصد نہ ہو یا جس قوم کا مقصد حیات ایسا ہو کہ اس کی سمجھ میں نہ آ سکتا

ہو اور اس میں محبت کی گرمی اور عمل کا جوش پیدا نہ کر سکتا ہو تو وہ قوم متحد نہیں ہو سکتی۔ توحید کی نشر و اشاعت ایک ایسا مقصد ہے جو ہمارے لہو کو گرما سکتا ہے۔ جب تک ہم اس سے غافل رہیں گے ہم دنیا میں اپنا رول ادا نہیں کر سکیں گے اور دنیا میں اول درجہ کی قوم شمار نہیں ہو سکیں گے۔ اقبال نے اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ مسلمان توحید کی نشر و اشاعت کو اپنا قومی نصب العین بنائیں تا کہ وہ ان کے اتحاد اور ان کی زندگی دونوں کا ضامن ہو۔

چوں ز ربط مدعائے بستہ شد   زندگانی مطلع برجستہ شد
مدعا راز بقائے زندگی   جمع سیماب بقائے زندگی

یہ دور اپنے براہیم کا منتظر ہے

لیکن عقیدہ توحید کی نشر و اشاعت ہمیشہ تحریر و تقریر کے پر امن طریق سے جاری نہیں رہتی بلکہ اس کے دوران میں زود یا بدیر ایسے مواقع پیش آتے ہیں جب باطل کی تشدد پسند قوتیں مومن کے راستہ میں رکاوٹیں پیدا کرتی ہیں۔ ایسی حالت میں مومن کے لئے ضری ہوتا ہے کہ ان تشدد کی رکاوٹوں کو تشدد ہی سے دور کرے اور وہ اس ہمت آزما صورت حال کے لیے پہلے سے تیار ہوتا ہے۔ لہٰذا جب یہ صورت حال پیش آتی ہے تو وہ اپنی پوری قوت سے باطل کی رکاوٹوں کا مقابلہ کر کے ان کو نیست و نابود کر دیتا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ ایک علمی نظریہ ہی نہیں بلکہ باطل کے لیے دعوت مبارزت بھی ہے اس کا مطلب صرف یہ نہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے بلکہ یہ بھی ہے کہ میں خدا سے اس بات کا عہد کرتا ہوں کہ جہاں تک میرے بس میں ہے میں معبودانِ باطل کو جو اس دنیا میں عالم انسانی کی بہترین ترقی اور خوشحالی اور اگلی دنیا میں ان کی بہترین راحت اور مسرت پیدا کرنے والے میرے اور میرے محبوب کے مشترک مقصد حیات کے راستہ میں حائل ہیں' ملیا میٹ کر کے رہوں گا اور دنیا سے ایک ہی سچے خدا کو منوا کے رہوں گا۔ تا کہ بحیثیت ایک مسلمان کے خدا اور انسان کی طرف سے جو فرائض مجھ پر عائد ہوتے ہیں ان سے سبک دوش ہو جاؤں۔

ے تا نہ خیزد بانگ حق از عالمے
گر مسلمانی نیاسائی دمے

اس لیے لا الٰہ کہنا کوئی آسان سا کام نہیں بلکہ یہ کہنے کے بعد جان جوکھوں میں ڈالنا

پڑتا ہے۔ یہ ایک ایسا عہد ہے جسے نبھانے کی مشکلات ایک انسان کو لرزہ براندام کردیتی ہیں۔ یہ خدا کو جان دینے کا عہد ہے۔

ے چوں می گویم مسلمانم بلرزم
که دانم مشکلات لا الٰہ را

مومن کے عقیدہ توحید کے اندر یہ اقرار پوشیدہ ہے کہ جہاں تک اس کا بس چلے گا وہ معبودانِ باطل کو ملیامیٹ کرکے ایک ہی معبودِ برحق کی عبادت اور اطاعت کو دنیا میں باقی رکھے گا اور مومن کی بے پناہ قوت عمل جو خودی کے نقطۂ کمال پر اسے حاصل ہوتی ہے اس اقرار پر عمل کا کام اس کے لیے آسان کرتی ہے۔ لا الٰہ الا اللہ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ مومن اس دنیا کو ایک بتکدہ سمجھے اور اپنے آپ کو ابراہیم خلیل اللہ کی طرح کا بت شکن اور اس بات کے لیے تیار رہے کہ وہ خلیل اللہ ہی کی طرح کسی وقت آگ میں ڈالا جائے گا۔

ے صنم کدہ جہاں اور مرد حق ہے خلیل
یہ نکتہ وہ ہے کہ پوشیدہ لا الٰہ میں ہے

افسوس ہے کہ ابھی تک بت پرستی کے اس دور کا ابراہیم پیدا نہیں ہوا جو اس دنیا کو ایک صنم کدہ سمجھے اور اس کے بتوں کو توڑ کر فنا کردے۔

ے یہ دور اپنے ابراہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لا الٰہ الا اللہ

بے شک توحید کا مطلب خدا کو ایک ماننا ہے لیکن خدا کو ایک ماننے میں خدا کو ایک منوانا بھی شامل ہے خدا کو ایک ماننے سے خودی اپنی محبت اور قوت کے کمال پر پہنچتی ہے۔ جب ایسا ہوتا ہے تو پھر اس کی محبت اور قوت کا مصرف سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہوتا کہ وہ اس طلسم رنگ و بو کو جسے کائنات کہتے ہیں اور جو خدا دشمنی اور بت پرستی کے ساتھ ہم معنی ہوگیا ہے توڑ کر خدا کو ایک منوائے۔ توحید کا مطلب یہی تھا لیکن افسوس کہ ہم مسلمانوں نے اسے اس طرح سے نہیں سمجھا۔

ے خودی سے اس طلسم رنگ و بو کو توڑ سکتے ہیں
یہی توحید تھی جس کو نہ تو سمجھا نہ میں سمجھا

اُس ﷻ کی پکڑ بہت سخت ہے

اوریا مقبول جان

ان لوگوں کے وہم وگمان میں نہیں ہوگا جنہوں نے اس مملکت خداداد پاکستان کے قیام سے لے کر آج تک ہر اس نقش کو مٹانے' کھرچنے اور تلف کرنے کی کوشش کی' جس سے اس ملک کے قیام کے پیچھے اسلام سے محبت' اس کے اُصولوں کی حاکمیت اور اس کے قانون کے لئے کٹ مرنے کا ثبوت ملتا تھا۔ اُنہوں نے ان لاکھوں شہیدوں کے خون کا مذاق اُڑایا' اور ان کی موت کو ایک معاشی استحصال کے لئے لڑی جانے والی جنگ کا نام دیا۔ یہ آج کی نسل کو ایسی کہانیاں سناتے ہیں جس کا کوئی تعلق خالصتاً اسلام کے نام پر وجود میں آنے والے اس واحد ملک پاکستان سے نہیں۔ ان میں وہ تمام سیکولر قوتیں شامل ہیں جن کے لئے پاکستان کا اسلام کے نام پر قائم ہونا ایک شدید دھچکے سے کم نہ تھا۔ ان میں سرفہرست وہ بیوروکریٹ تھے جنہیں انگریز نے غلامی کی لوریاں دے دے کر پالا تھا۔ یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے بانی پاکستان قائداعظم کے اگست 1947ء میں قائم کردہ پہلے اسلامی تھنک ٹینک' ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک ری کنسٹرکشن کے اس تمام ریکارڈ کو جلا دیا جس میں قائداعظم کے کہنے کے مطابق علامہ محمد اسد نے ایک اسلامی ریاست کے آئین اور قانون کا خاکہ مرتب کیا تھا۔ لیکن میرا اللہ کتنا مہربان ہے' وہ ان کی چالوں کو خوب سمجھتا ہے اور وہ اپنے نیک بندوں کے کام کو کہیں نہ کہیں محفوظ ضرور رکھتا ہے کہ کبھی کوئی دیوانہ اس کی تلاش میں نکلے تو اسے مل جائے۔ میرے اللہ کا لاکھ لاکھ کرم ہے کہ اس نے اپنے فضل سے یہ تلاش رائیگاں نہیں

جانے دی۔ العلم ٹرسٹ کے قیام کے وقت جب میں نے ان تمام لوگوں کے کام کو اکٹھا کرنا شروع کیا جنہوں نے اب تک اس ملک میں اسلامی قوانین کی تدوین کے لئے علمی کوشش کی تھی تو علامہ محمد اسد اس جدوجہد کے سرخیل نکلے۔ میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ انہیں قائداعظم نے خود اس ملک کے لئے ایک اسلامی قوانین مرتب کرنے کا کام سونپا تھا۔ ایسے وقت جب خزانے میں چند لاکھ روپے تھے، اس ادارے کے لئے فنڈز مختص کئے گئے۔ میری تلاش اس ادارے کے اغراض و مقاصد حاصل کرنے کے لئے بھٹک رہی تھی۔ مجھے صرف ان کے رسالے عرفات کی فائلیں پنجاب پبلک لائبریری میں مل سکیں۔ لیکن آپ میری خوشی کا اندازہ نہیں کرسکتے جب میرے ہاتھ اگست 1947ء میں شائع ہونے والے وہ بائیس صفحات ملے، جنہیں گورنمنٹ پرنٹنگ پریس نے چھاپا تھا اور ان کا عنوان تھا "AIMS AND OBJECTS OF DEPARTMENT OF ISLAMIC RECONSTRUCTION"۔ اس کے پہلے ہی صفحے پر لکھا گیا ہے ''اس منشور کا اُردو ترجمہ بہت جلد شائع کیا جائے گا''۔ یہ خوشی ابھی مجھے اپنے رب کے حضور پوری طرح شکرگزار ہونے کا موقع ہی نہیں دے پائی تھی کہ میرے ہاتھ علامہ محمد اسد کی وہ سات تقریریں لگ گئیں جو اُنہوں نے ستمبر 1947ء یعنی پاکستان کے صرف پندرہ دن بعد قائداعظم کی فرمائش پر ریڈیو پاکستان سے کی تھیں اور جس میں اُنہوں نے اس مملکت خداداد پاکستان کے قیام کے مقاصد واضح طور پر بیان کیے تھے۔ یہ وہ دور تھا جب اس ملک میں وہ تمام لوگ زندہ تھے جو جانتے تھے کہ ہم نے یہ ملک کس لئے حاصل کیا تھا۔ ہم نے اپنے گھر بار کیوں چھوڑے، اپنے پیاروں کو کیوں قربان کیا، ہماری عورتوں نے اپنی عصمتیں بچانے کے لئے خودکشیاں کیوں کی تھیں۔ پاکستان کی تحریک کے روح رواں اور برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی آنکھ کا تارا اور اُمید کا چراغ قائداعظم اس ملک کو کیا، کیسا اور کس نظام پر مبنی دیکھنا چاہتے تھے۔ پاکستان کے پہلے محکمے جس کے نام کے ساتھ اسلام کا لفظ وابستہ تھا اس کے اغراض ومقاصد اتنے واضح ہیں کہ شک کی کوئی بنیاد نہیں رہتی۔ مقاصد یوں ہیں۔ یہ ادارہ اس لئے قائم کیا گیا ہے کہ پاکستان کی مسلم ملت (یہاں ملت کا لفظ استعمال ہوا ہے) کی زندگی اسلامی اُصولوں کے مطابق ترتیب دینے کے لئے سفارشات مترتب کرے۔ منشور میں فخر کے ساتھ کہا گیا ہے کہ پوری دنیا میں آج کے دور میں یہ

پہلا ادارہ ہے جس کے ساتھ اسلامک کا لفظ تحریر ہے۔ مقاصد میں تحریر ہے کہ ہمارے آج کے پڑھے لکھے لوگوں کے مطابق تمام ممالک میں پرانے فیشن کے قوم پرستانہ تعصّبات پر یقین رکھتے ہیں، یہ سب ہمارے لئے بے معنی ہیں۔ اس لئے کہ ہم نے جدید ترین مذہب اسلام کے مطابق دنیا کے سب سے کامیاب تجربے یعنی ایک اسلامی ریاست کے قیام کی فتح سے ہمکنار ہوئے ہیں۔ ہم آئین کی ترتیب میں اسلامی روح کے مطابق اقلیتوں کے تمام تحفظات کو بھی شامل کریں گے جو انہیں اس ملک جو اسلام کے نام پر بنا ہے کا کارآمد شہری بنا سکے۔ اس ادارے نے اپنے لئے تین اہم شعبوں کو آئین کی سفارشات کے علاوہ منتخب کیا۔ سب سے پہلے ایک اسلامی نصاب تعلیم کی تدوین، اس کا مقصد یہ تھا کہ اسلام کی تعلیم ہر پاکستانی شہری کے لئے لازمی قرار دی جائے۔ قرآن کو براہِ راست سمجھنے کے لئے عربی تعلیم کو رائج کیا جائے۔ قرآن وسنت کی تعلیم کے لئے فقہ کی بجائے براہِ راست ماخذ کی تعلیم دی جائے۔ دوسرا شعبہ معاشیات اور اسلامی قوانین تجارت کی تدوین تھی۔ جس میں اسلامی نظامِ معیشت کے لئے بدترین اور خون نچوڑنے والے سودی بینکاری نظام کا خاتمہ تھا۔ تیسرا شعبہ اسلامی وقف املاک کو ملت کی فلاح و بہبود پر خرچ کرنے کے طریقے وضع کرنا تھے۔ ان سب کے علاوہ ایک مقصد یہ بھی اس محکمے نے اپنے ذمہ لیا کہ معاشرے میں اسلامی اخلاقیات کیسے متعارف کروائی سکتی ہیں، سچ، خیر، انصاف، اخوت، بھلائی اور شرم وحیاء کیسے عام کی جاسکتی ہے۔

ریڈیو پاکستان سے ستمبر 1947ء میں قائداعظم کے اس منتخب کردہ صاحب علم ودانش علامہ محمد اسد کی تقاریر اس دوقومی نظریے اور اسلامی حکومت کے خدوخال کو اس طرح واضح کرتی ہیں۔ پہلی تقریر کا آغاز اس فقرے سے ہوتا ہے کہ میں پاکستان کی ملت اسلامیہ میں ان کروڑوں لوگوں کی آواز کے طور پر آپ سے مخاطب ہوں جو یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کی تاریخ میں سب سے بڑی سچائی جو انسانیت پر آشکار ہوئی وہ ''لا اِلٰہ اِلا اللہ'' تھی۔ ہماری سب سے بڑی اُمید آرزو اور مطالبہ اس پاکستان کو حاصل کرنے کے لئے یہ تھا کہ ہم اس کلمہ طیبہ کے مطابق اپنے طرزِ زندگی کو آزادانہ طریقے سے استوار کرسکیں۔ ہم ایک امتحان کے دور سے گزر رہے تھے۔ اس ملک کی اس نسل پر ایک بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس آزاد مملکت کا اسلامی تشخص اور اسلامی طرزِ زندگی

پوری دنیا پر واضح کرے۔ دوسری تقریر میں مسلمانوں کی تمام عالم پر سرفرازی کا نکتہ قرآن کی اس آیت سے لیا گیا ہے۔ ''تم ہی کامیاب ہوگے اگر تم مومن ہو''۔ تیسری تقریر میں کہا گیا ہے کہ اس وقت ہماری روحانی سچائی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ہم اپنی تمام غلطیوں کو تسلیم کریں اور اپنی تمام خامیوں کی نشاندہی کریں۔ ہمیں اس بات کا احساس ہونا چاہیے کہ ہم کتنے برے ہیں اور ہم نے اپنے اللہ کے احکامات کی کس قدر خلاف ورزیاں کی ہیں۔ چوتھی تقریر میں یہ کہا گیا کہ آپ سب کو معلوم ہے کہ ہم نے ملک خالصتاً اسلام کے جذبے کے تحت حاصل کیا۔ ہمارے بڑے چھوٹے سب کے دلوں میں اسلام کی محبت کا دریا موجزن ہے لیکن جس چیز کی ہم میں کمی ہے وہ یہ کہ ہم اپنی زندگیوں پر اسلام کو کیسے نافذ کرتے ہیں۔ پانچویں تقریر میں علامہ اسد نے وہ تمام شکوک وشبہات دور کیے۔ کہا کہ علامہ اقبال اس جدوجہد کے روحانی پہلو کو اجاگر کرتے رہے اور قائداعظم اس کے سیاسی پہلوؤں کو۔ لیکن دونوں ایک ہی راستے کے مسافر ہیں کہ برصغیر کے مسلمانوں کو ایک ایسا مستقبل فراہم کریں جو اسلام کے اُصولوں پر مبنی ہو۔

یہ تھا وہ خواب جو ہمارے بزرگوں نے دیکھا' یہ تھا وہ وعدہ جو اُنہوں نے یہاں کے کروڑوں مسلمانوں سے نہیں بلکہ اپنے اللہ کے ساتھ کیا۔ ہم کتنے بدنصیب ہیں کہ ہمارے خاندانی بڑے اگر جائیداد' رشتے داری یا کاروباری لین دین کے معاملے میں کوئی وعدہ کر کے دنیا سے چلے جائیں' تو اسے بہرصورت نبھاتے ہیں۔ لیکن ہمارے بزرگوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا اور جس کی نعمت اور برکت سے ہمیں یہ ملک ملا، ہم اسے فراموش کر گئے۔ اس کے باوجود بھی ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم پر اللہ مہربان ہوگا۔ مرے ہوئے باپ کا وعدہ پورا نہ کرو تو کہتے ہیں اس کی قبر کو کیا منہ دکھائیں گے اور حی و قیوم اور تا اَبد قائم رہنے والے اللہ سے وعدہ کر کے مکر جاؤ تو اس سے کیا توقع رکھتے ہو۔ شکر کرو وہ رحمٰن ورحیم ہے جو ہمیں ڈھیل دے رہا ہے لیکن پھر یاد رکھو وہ خود فرماتا ہے میری پکڑ بہت سخت ہے۔ (نوٹ: العلم ٹرسٹ ان دونوں دستاویزات کی جلد اشاعت کا بندوبست کر رہا ہے۔ اگر کوئی صاحب ترجمہ کرنے میں کمال رکھتے ہیں تو مجھ سے اس فون نمبر پر میسج کے ذریعے رابطہ کریں۔ 0300-9385284 یا 20 کلب روڈ' جی او آر ون مال روڈ لاہور پر خط تحریر کریں۔)

(بشکریہ روزنامہ ایکسپریس 7-9 اپریل 12ء)

اسلوبِ قرآن اور قرآن فہمی

پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم چودھری
کی کتاب ''قرآن کریم، ایک مسلسل معجزہ'' سے ایک باب

گزشتہ صفحات میں قرآنِ کریم کی زبان اس کے اسلوب کی انفرادیت اور دیگر کتب سماویہ کے مقابلہ میں اس کی غیر معمولی حفاظت وصیانت کا جائزہ لیا گیا۔ اللہ کی سنت اور اس کا طریقہ یہ رہا ہے کہ لوگوں کے پاس وحی اُن کی مانوس زبان میں بھیجی جائے۔ جیسا کہ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

وَ مَا اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوۡمِہٖ لِیُبَیِّنَ لَھُمۡ ...... (4:14)

''اور ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان ہی میں (اپنا پیغام دے کر) بھیجا تا کہ وہ اسے ان کے لئے کھول کر بیان کر دے۔''

اسلام کے پیغام اور ایک ایسے دین کے لئے جس کی دعوت کو پوری دنیا کے لئے عام ہونا تھا، اللہ تعالیٰ نے عربی زبان کا انتخاب کیا:

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ قُرۡءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ O (2:12)

''بے شک ہم نے اس قرآن کو عربی میں نازل کیا تا کہ تم سمجھو''

اسلام کے پیغام اور قرآن کے لئے عربی زبان کے انتخاب کا ایک اہم سبب یہ ہے کہ یہ زبان نہایت واضح، سلیس اور منجھی ہوئی زبان ہے۔ خود قرآنِ کریم نے اس کو ''عَـرَبِـیّ مُّبِیۡن'' یعنی واضح اور کھلی عربی زبان قرار دیا ہے۔ اس تناظر میں قرآن کا یہ بیان بھی نہایت اہم ہے کہ:

وَ لَقَدۡ یَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّکۡرِ فَہَلۡ مِنۡ مُّدَّکِرٍ (40:54)

''اور ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا ہے پس ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا''

ان سطور میں ہمارا مقصود اسلوبِ قرآن اور قرآن فہمی کے حوالے سے چند اہم نکات کی وضاحت ہے۔ قرآن کا اُسلوب ایسا ہے کہ اس کی نقالی ممکن نہیں۔ انگریزی میں ہم اسے UN-IMMITABLE کہہ سکتے ہیں۔ کوئی آدمی ہزار کوشش کے باوجود اِس جیسا آہنگ اور اس جیسا پیرایۂ اظہار اختیار نہیں کر سکتا۔ قرآنِ کریم کا اُسلوب رواں ہے اِس کا متن فوراً زبان پر چڑھ جاتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ اس کتاب کے حفاظ پوری دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ جبکہ دوسری کسی الہامی کتاب کا حافظ ہمیں دنیا میں نہیں ملتا۔

آں جناب ﷺ اپنے بارے میں فرمایا کرتے تھے: "انا افصح العرب": میں عربوں میں سب سے زیادہ فصیح ہوں۔ اور تاریخ نے بھی دیکھا کہ آپ ﷺ کے دہن اقدس سے جو جملہ بھی نکلا، عربی زبان میں ایک مثل اور محاورے کی صورت اختیار کر گیا، مثلاً آپ ﷺ نے فرمایا: "انما الاعمال بالنیات" یعنی: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے؛ "خیر الامور اوسطھا" یعنی: بہتر کام وہی ہوتے ہیں جو میانہ روی پر مبنی ہوں۔ ایسی لاتعداد مثالیں ہیں کہ آپؐ نے جو کچھ بھی فرمایا عربی میں ایک مثال بنتا چلا گیا؛ لیکن قرآن کی غیر معمولی فصاحت کا اندازہ کیجیے کہ یہ حدیث نبوی سے بھی بالکل ممتاز و منفرد ہے۔ اثنائے حدیث میں اگر قرآنِ کریم کی کوئی آیت آجائے تو اس کی انفرادیت خود بخود واضح ہو رہی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ساری دُنیا کے زبان دان قرآن کو دنیا کی سب سے فصیح کتاب تسلیم کرتے ہیں اور یہی سبب ہے کہ اس کا معارضہ و مقابلہ کبھی کسی سے نہ ہو سکا۔

اُسلوب کے معاملے میں اِس کتاب کے امتیازات میں ایک اور نہایت ہی نادر اور انوکھی بات یہ بھی ہے کہ گزشتہ ساڑھے چودہ سو سال میں آج تک کوئی اس کتاب کے اُسلوب کو نہ تو قدیم اُسلوب کہہ سکا اور نہ اس کی زبان کو قدیم زبان ہی ثابت کر سکا۔ شاید اس کا سبب یہ ہے کہ عربی زبان کے اور عربی انشا پردازی کے جس قدر اُسلوب اور قوانین ہیں، وہ تمام کے تمام قرآن کریم سے مستعار لئے گئے ہیں۔ لفظ اور معنی کا باہمی تعلق ہو یا عربی زبان میں صلات (PREPOSITIONS) کا استعمال قرآنِ کریم کے اُسلوب اور ادبی استعمالات ہی کو معیار

مانا گیا ہے۔ عربی لفظ کے مفہوم کو سمجھنے کے لئے لغوی شاہد (LINGUISTIC PROOF) ہمیشہ قرآن ہی کا معتبر تسلیم کیا گیا ہے اور جب بھی کوئی لفظ ایسے مفہوم میں استعمال کیا گیا، جس مفہوم میں قرآن نے اسے استعمال نہیں کیا تھا ادیبوں کی ایک بڑی جماعت اس لغوی غلطی کے ازالے کے لئے کمربستہ ہوگئی۔ نتیجتاً عربی میں "حركة التصحيح اللغوى" (لغوی اصلاح کی تحریک) برپا رہی جو قرآن کریم کے سائے میں چلتی رہی۔ قرآنی استعمالات کے برعکس کسی عربی لفظ کے استعمال کا نوٹس ہر بڑے عربی ادیب نے لیا۔ خاص طور پر عربی ادب کا عظیم ادیب ابوعثمان جاحظ (متوفی 255ھ) اپنی مشہور زمانہ کتاب "البيان والتبيين" میں جابجا ایسے الفاظ کی نشاندہی کرتا ہے جو اس کے زمانے میں غیر محتاط استعمال کے سبب قرآنی استعمال کے برعکس دیگر معانی میں لیے جانے لگے تھے۔ زمانہ مابعد میں عربی زبان کے غیر معیاری استعمالات کے مواخذے کا کام بدستور جاری رہا، محمد ضاری حمادی نے اپنی کتاب "حركة التصحيح اللغوى فى العصر الحديث" (1850ء تا 1978ء) مطبوعہ بغداد 1980ء میں اس موضوع پر ہونے والے کاموں کا بڑا عالمانہ جائزہ لیا ہے۔ جبکہ امیل یعقوب نے اس موضوع پر تصنیف شدہ اہم کتب کی جامع فہرست پیش کردی ہے جو ازمنہ وسطیٰ اور دور جدید کے علمی کاموں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اور اسی استشہاد لغوی (LINGUISTIC CITATION) کو درست راہ پر رکھنے کے لئے "معجم الخطأ و الصواب" (غلط اور صحیح کی ڈکشنری) تصنیف کردی، تاکہ عرب ادیب لفظ اور معنی کے باہمی ربط کو ٹھیک طور پر سمجھنے کے لئے قرآنی اسالیب کے معیار کو سامنے رکھ سکیں۔

عربی زبان کا ایک اور محیر العقول خاصہ یہ ہے کہ اس زبان کا ہر لفظ کسی نہ کسی خاص وزن (METER) پر وضع کیا جاتا ہے۔ اور کوئی غیر عربی لفظ بھی تعریب (عربی قالب میں ڈھالنے کا عمل) کے ذریعہ عربی ذخیرۂ الفاظ میں لانا ہو تو وہ بھی پہلے سے موجود عربی اوزان میں سے ہی کسی وزن پر عربی میں شامل کیا جائے گا۔ لہٰذا جلیل القدر عربی دان ابن جنیؒ (المتوفی 393ھ) (''الخصائص'' میں) کہتا ہے: "كل ما قيس على الازوان العربية فهو عربى" (ہر وہ لفظ جو عربی اوزان (METERS) پر قیاس کیا جائے گا عربی لفظ ہی کہلائے گا۔) یہ جملہ عربی اوزان قرآنِ کریم ہی سے لئے گئے ہیں اور وقت کی بدلتی ضرورتوں کے ساتھ ساتھ اِنہی اوزان پر ہی نئے

مصطلحات اور ذخیرۂ الفاظ تخلیق ہوتا رہا ہے، جو کبھی قرآنِ کریم کے عربی زبان کے لئے تیار کردہ فریم ورک سے باہر نہیں نکل سکا۔ لہٰذا اس میں کبھی کلاسیکی قدیم یا جدید زبان کا جھگڑا کھڑا نہیں ہوا۔ اس بات کو ایک مثال کے ذریعے واضح کرنا زیادہ مفید ہوگا اور وہ یہ کہ عربی زبان کو قرآن کریم کے عطا کردہ اوزان میں سے اسم آلہ کے لئے ایک وزن ''مِفْعَال'' ہے۔ اس وزن پر ایک لفظ ''مِضْرَاب'' ہے۔ یہ لفظ اردو میں بھی مروج ہے۔ تمام اسمائے آلہ اسی وزن پر آئیں گے۔ اسی طرح ''محراب'' ہے، جو ہماری مساجد میں مہیا کیے گئے آلاتِ حرب میں سے ایک ہے جس سے ہم اچھی طرح آگاہ ہیں۔ گویا یہ ایک ایسا آلہ ہے جس کے ذریعے ہم شیطان کے ساتھ جنگ کرتے ہیں یا ''مِفْتَاح'' یعنی چابی۔ بہت سے نئے الفاظ ایسی چیزوں سے متعلق ہیں جن سے قدیم انسانی زندگی آشنا نہ تھی۔ لیکن جب وہ انسانی زندگی میں شامل ہوئیں تو اِسی زبان پر نئے الفاظ تخلیق کیے گئے۔ مثال کے طور پر توپ کے لئے عربی میں ''مِدْفَاع'' بھی ''مِفْعَال'' کے وزن پر ہے۔ ریڈیو کے لئے ''مِذْیَاع'' اور ٹیلی ویژن کے لئے ''مِرْنَاۃ'' علیٰ ہٰذاالقیاس پوری کی پوری عربی زبان قرآن ہی کے اوزان پر اُستوار ہوئی ہے؛ لہٰذا دنیا کی کسی زبان کے بارے میں ہمیں نہیں معلوم کہ سو سال کے بعد اس زبان کی شکل وصورت کیا ہوگی لیکن عربی زبان کے مقدر میں یہ لکھ دیا گیا ہے کہ عربی زبان ہمیشہ قرآنِ کریم کے جلو ہی میں چلتی رہے گی۔ اس کتاب کی عظمت کے حوالے سے یہ کس قدر اہم بات ہے کہ ہر زبان میں CORRECT اور INCORRECT کی فہرستیں تیار کی جاتی ہیں، عربی زبان میں بھی یہی درج ہے تاہم عربی میں صرف اُس اُسلوب کو صحیح تسلیم کیا جاتا ہے، جو کتابُ اللہ کا اُسلوب ہے۔

قرآنِ کریم کے اُسلوب کی عظمت وجامعیت کی وضاحت کے سلسلہ میں یہاں جدید عربی ادب کے دو نمایاں افراد کی نگارشات کا حوالہ خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ ان دو افراد سے میری مراد طٰہٰ حسین اور نزار قبانی ہیں۔ طٰہٰ حسین عربی ناول نگاری میں ممتاز حیثیت کے حامل ہیں قرآن سے شغف رکھنے والا جو ناظر بھی ان کی تحریروں کو دیکھے، یہ محسوس کیے بغیر نہ رہے گا کہ ان کی تحریروں پر قرآنی اُسلوب کے گہرے سائے ہیں۔ چند سال قبل وفات پانے والا عصر حاضر کا عظیم عربی شاعر نزار قبانی اپنی تخلیقات میں جابجا قرآنی اُسلوب کی خوشہ چینی کرتا دکھائی دیتا ہے۔ ان دو عرب

ادیبوں کی مثال اس حوالے سے خصوصی اہمیت اختیار کر جاتی ہے کہ یہ دونوں آزاد خیال اور لبرل طبقہ سے تعلق رکھتے تھے اور مذہبی حلقوں میں نہ صرف یہ کہ انہیں کوئی پذیرائی حاصل نہ تھی بلکہ ان کی تند و تیز تنقید کا نشانہ تھے۔ لیکن بایں ہمہ ان کی تخلیقات اس وقت تک معیاری ادبی تخلیقات نہ بن سکیں، جب تک اُنہوں نے قرآن کا پیرایۂ اظہار اختیار نہ کیا۔

گزشتہ صفحات میں اس بات کا بھی جائزہ لیا گیا کہ قرآن کریم وہ واحد سماوی صحیفہ ہے جو اپنی اصل اور حقیقی شکل میں موجود ہے۔ فرض کریں کہ یہ کتاب لکھی نہ بھی گئی ہوتی تو تب بھی ایک نسل دوسری نسل کو یہ کتاب اسی انداز میں منتقل کرتی رہتی اور نہ لکھے جانے کے باوجود آج یہ کتاب اسی طرح محفوظ ہوتی جس طرح حضور ﷺ پر اُتاری گئی تھی۔ اس کتاب کو ایسے حالات میسر آتے چلے گئے جو کسی اَور سماوی کتاب کو میسر نہ آسکے۔ حضورؐ پر جب بھی وحی اُترتی تو آپؐ اسے سنتے اور خود صحابہ کرام ؓ کو لکھواتے۔ کاتبینِ وحی قلم، دوات اُٹھا لیتے اور وحی الٰہی کو محفوظ کر لیتے۔ آپؐ توثیق کے لئے اُن سے وہ وحی سنتے اور اُنہیں آگاہ کرتے کہ اس آیت کو فلاں آیت سے پہلے، فلاں آیت کے بعد اور فلاں سورۃ مبارکہ میں درج کرلو۔ بخاری شریف میں ایک روایت ہے کہ آں جناب ﷺ نے اپنے وصال سے چار یا پانچ مہینے پہلے آخری رمضان المبارک میں صحابہ ؓ سے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس سال دو مرتبہ قرآن کریم جبریل کو سناؤں۔ سارے صحابہ ؓ جو اُس وقت مدینہ میں موجود تھے کھڑے ہوگئے اور آپؐ نے انہیں دو مرتبہ قرآن سنایا۔ امام طحاوی ''مشکل الآثار'' میں لکھتے ہیں کہ اِس آخری دہرائی میں حضورؐ نے جس لہجے میں قرآن پڑھا وہی لہجہ سیدنا عثمان ؓ نے باقی رکھا اور دیگر لہجوں پر مبنی نسخے احتیاط کے پیشِ نظر اپنے سرکاری حکم سے تلف کروا دیے۔

قرآنِ کریم کے واحد سماوی صحیفے کی حیثیت سے اپنی اصل صورت میں موجود و محفوظ ہونے اور اس چیز کے ایک حقیقت ثابتہ ہونے کے باوجود؛ دشمنانِ اسلام قرآن کو نہایت ڈھٹائی سے نشانہ تنقید بناتے ہیں۔ امریکی مستشرق آرتھر جیفری کا یہ بیان اُوپر نقل کیا جاچکا ہے کہ عیسائیت تو عہد نامہ جدید کے بغیر اپنا وجود باقی رکھ سکتی ہے، لیکن اسلام، قرآن مجید کے بغیر اپنا وجود قائم نہیں رکھ سکتا۔ اس کی یہ بات بالکل درست ہے۔ مسلمانوں کے عقائد، عادات اور کلچر وغیرہ سب کچھ کی

بنیاد قرآنِ کریم ہے۔ اُمت مسلمہ کے پاس اگر قرآن نہ ہو تو اس کے پاس کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ اہل اسلام کے ہاں قرآن مجید کی اسی بنیادی حیثیت کے سبب دشمنوں نے اسے خصوصی طور پر ہدف تنقید بنایا۔ مخالفین کی طرف سے قرآنِ کریم کو ہدفِ تنقید بنانے کا ایک سبب یہ ہے کہ یہ کتاب انسانیت کو ایک ایسا عالم گیر پیغام دیتی ہے جو دیگر مذاہب عالم نہیں دیتے۔ دراصل قرآنِ کریم ایک خاص عالمی نقطہ نظر (WORLD-VIEW) رکھتا ہے۔ زندگی کے بارے میں ایک خاص موقف کا حامل ہے۔ دیگر مذاہب کے لوگوں میں سے کسی پر خدا پرستی کا شوق غالب آجائے تو وہ زندگی اور اس کے علائق سے الگ تھلگ ہو کر ویرانے میں جا بیٹھتا ہے۔ یہودی ''ربی'' بن جاتے ہیں، عیسائی عورتیں، عیسائیت کی خدمت کے لئے شادی نہ کروا کے "NUNS" بن جاتی ہیں۔ ہندو بھگت پیپل کے نیچے ایک چادر اوڑھ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ قرآن نے ایک بالکل دوسرا موقف پیش کیا۔ قرآن نے کہا ''اے محمد ﷺ! ان لوگوں سے پوچھو کہ اللہ کی زینتیں ان پر کس نے حرام کیں؟'' یہ استفہام انکاری ہے، یعنی کسی نے حرام نہیں کیں۔ گویا قرآن انسانیت کو اس جانب بلاتا ہے کہ یہ ساری دنیا انسان کے تسخیر کرنے کے لئے ہے۔ اللہ والا ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ دنیا سے رُخ موڑ لیں۔ اللہ والا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ خلوت میں ہیں تو جلوت میں آ جائیں۔ اگر آپ اکیلے بیٹھے ہیں تو انسانی محلوں میں آ کر رہیں۔ آنحضورؐ نے اپنے آپ کو اسی تعلیم کے نمونے کے طور پر پیش کیا اور جب لوگوں نے اعتراض کیا تو آپ نے واضح فرمایا کہ میں نے تمہارے درمیان زندگی کا بڑا عرصہ گزارا ہے، تم تو مجھے جانتے ہو۔ میں عملی مثالی نمونہ (ROLE-MODEL) ہوں۔ میں نے جو تبلیغ کی ہے، سب سے پہلے خود اس پر عمل کر کے دکھایا ہے۔ گویا قرآن کریم ایک نیا WORLD-VEIW پیش کرتا ہے۔ قرآن خدا پرستی (GODLINESS) کا ایک نیا تصور دیتا ہے، جو زندگی میں بھرپور حصہ لینے کا تصور ہے۔ زندگی سے کنارہ کش ہونے کا تصور نہیں ہے۔ دیگر مذاہب کے رائج تصوراتِ حیات کے برعکس، اسلام زندگی گریز رویوں کی بجائے زندگی مائل رویوں کی تعلیمات کا داعی ہے۔

مخالفین اسلام کے قرآن پر حملہ آور ہونے کی ایک اور وجہ شاید یہ بھی ہے کہ ہم مسلمان دنیا میں اپنی بہت بڑی تعداد (مسلمان آج دنیا میں اتنی تعداد میں ہیں کہ دنیا کا ہر چوتھا آدمی کلمہ گو ہے اور دنیا

کی تقریباً چھ ارب آبادی میں سے تقریباً ڈیڑھ ارب افراد مسلمان ہیں) کے باوصف اس کتاب کو انسانیت کے سامنے صحیح طور پر متعارف نہیں کروا سکے۔ تاہم دشمنانِ قرآن بحمداللہ تعالیٰ کبھی کوئی ایسی مستند بات سامنے نہیں لا سکے، جس کو علمی بنیادوں پر ہم قرآن کے خلاف ایک ثابت شدہ دلیل کہہ سکیں۔

اس کتاب کا نفس مضمون کیا ہے؟ دنیا میں جتنی بھی کتابیں ہیں، جس فن کی بھی ہیں، اُن کا ایک خاص SUBJECT-MATTER ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر فزکس کی کوئی کتاب ہے تو مادے سے بحث کرتی ہے۔ کیمسٹری کی کوئی کتاب ہو تو مادے کی PROPERTIES اور اس کے خواص سے بحث کرتی ہے۔ جغرافیے کی کوئی کتاب ہے تو وہ ابتدائے آفرینش، کرۂ ارض اور اس کی بناوٹ کو اپنا موضوع بنائے گی۔ سیاسیات کی کوئی کتاب ہے تو وہ سیاسی نظریات اور نظامِ ہائے حکومت کو زیر بحث لائے گی۔ قرآنِ کریم کا موضوع صرف اور صرف انسان ہے وہ انسان سے وابستہ جو جو حقائق اور عناصر ہیں اُن سب کو اپنا موضوع بناتا چلا جاتا ہے۔ انسان چونکہ اس کرۂ ارضی میں رہتا ہے، لہٰذا قرآنِ کریم انسان کے گردو پیش، چانداور ستاروں کا بھی ذکر کرتا ہے انسانی تاریخ کو بھی کبھی کبھار موضوع بناتا ہے؛ لیکن قرآن کا اصل موضوع انسان ہی رہتا ہے اور قرآن چاہتا ہے کہ تمام انسان مل کر ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیں جس میں سارے کے سارے لوگ اخلاقی جدوجہد اور اخلاقیات کی بحالی وفروغ میں مصروف ہوں روحانی میلانات کے حامل ہوں یعنی ایک ایسا معاشرہ قائم کریں جو خود شناسی کی منازل طے کرتے ہوئے قرارِ واقعی خدا شناس معاشرہ کہلانے کا مستحق ہو۔

قرآنِ کریم کے اُسلوب کے بارے میں بالعموم ایک غلط فہمی بہت عام ہے جس کی وضاحت ضروری ہے۔ اکثر لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ عجیب کتاب ہے کہ ابھی ایک آیت میں ابتدائے آفرینش کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اگلی آیت میں اعمال وافعال کے بارے میں ہدایات دی جانے لگی ہیں۔ پھر والدین کا تذکرہ آ گیا پھر آخرت کا ذکر ہونے لگا جنت اور دوزخ کے مناظر آ گئے پھر تاریخی واقعہ بیان ہو گیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرآنِ کریم کی بظاہر مختلف موضوعات پر یکے بعد دیگرے آنے والی ساری آیات کے درمیان ایک معنوی ربط ہے۔ یہ معنوی ربط اُس وقت تک سمجھ میں نہیں آ سکتا جب تک اس بات کو نہ سمجھ لیا جائے کہ دراصل پوری کی پوری انسانی زندگی کو قرآنِ کریم ایک اکائی تصور کرتا ہے۔ مثلاً میں اپنی زندگی میں کسی کا بیٹا ہوں کسی کا باپ ہوں کسی کا افسر

ہوں، کسی کا ماتحت ہوں میرے ذمے کسی کے حقوق ادا کرنے واجب ہیں اسی طرح کسی اور کے ذمے میرے حقوق واجب الادا ہیں۔ یہ پوری زندگی ایک اکائی (UNIT) ہے جب میں اپنے فرائض کی ادائیگی سے کوتاہی برتتا ہوں تو یہ کتاب مجھے یاد دلاتی ہے کہ کل تم نے اللہ کے حضور پیش ہونا ہے، یہ کتاب مجھے یاد دلاتی ہے کہ اپنے جھمیلوں میں، اپنی مصروفیات میں الجھ کر تم نے اپنے بوڑھے والدین کو نظر انداز نہیں کر دینا۔ کچھ فرائض تمہارے ذمے تمھاری اولاد کے ہیں، تم نے انھیں فراموش نہیں کرنا۔ قرآنِ کریم کو اس فکر کے تناظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ دراصل اس کتاب نے پوری انسانی زندگی کا احاطہ کرتے ہوئے زندگی کو ایک وحدت تصور کیا اور انسان کی رہنمائی کی ہے۔ (علوم القرآن، محمد تقی عثمانی)

قرآن کریم میں محفوظ ہونے والے واقعات اور قصوں کا اندازِ پیش کش بھی اسی نوعیت کا حامل رہا ہے۔ کوئی واقعہ، ماسوائے حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کے، کہیں بھی ایک نشست میں پورے کا پورا بیان نہیں کیا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ ہو، حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ ہو یا پھر حضرت آدم علیہ السلام کا، کوئی واقعہ ابتدائے آفرینش سے متعلق ہو، یا ابلیس کے بارے میں کوئی حکایت ہو، قرآن کریم نے یہ واقعات ایک جگہ ایک ہی نشست میں بیان نہیں فرمائے بلکہ انسانوں کی رہنمائی یاد دہانی اور نصیحت وعبرت کے مقاصد کے پیشِ نظر مختلف مواقع پر حسبِ ضرورت بیان ہوئے ہیں۔ جہاں جتنی بات، جتنا واقعہ بیان کرنے کی ضرورت خیال کی گئی ہے، وہاں اُسی قدر بات اور اسی قدر واقعہ بیان کر دیا گیا ہے۔

اِسی پس منظر میں قرآن فہمی کا ایک اَور بنیادی اُصول بھی میں اپنے پڑھنے والوں کی خدمت میں عرض کرتا چلوں۔ اگر کسی چیز کے بارے میں قرآنِ کریم کا موقف جاننا ہو تو یہ واضح رہے کہ قرآنِ کریم اپنے موقف کو یک بارگی یا ایک ہی جگہ بیان نہیں کر دیتا۔ کسی چیز کے بارے میں قرآن کریم کا موقف جاننے کا طریقہ یہ ہے کہ اُس موضوع پر قرآن مجید کی جتنی آیات ہیں اُن سب کو آپ ایک جگہ اکٹھا کر لیں؛ اُس کے حق میں جو احادیث بیان ہوئی ہیں اُن کو بھی مجتمع و یک جا کر لیں، پھر آپ کو قرآن اور اسلام کا موقف اُس چیز کے بارے میں نہ صرف یہ کہ معلوم ہو جائے گا بلکہ اپنی باریکیوں کے ساتھ اظہر من الشّمس ہو جائے گا اور سوچ کو نئی روشنی عطا کرے گا۔

انسانی کلام تو اپنے حالات کے تابع ہوتا ہے، آج میرا یہ لہجہ میرے حالات نے مجھے دیا ہے۔ ہم میں سے کسی کے حالات خراب ہوں، کھانے کو کچھ نہ ملے، گھر میں بیماری ہو، لوگوں نے ستایا ہو، تو گفتگو اور بیان کا لہجہ اور ہوگا، زبان اور ہوگی؛ پھر اگر حالات بدل جائیں، تو زبان و بیان کا انداز کچھ اور ہوگا، یہ انسانی کلام کا خاصہ ہے؛ لیکن قرآنِ کریم کا معاملہ یکسر مختلف و منفرد ہے۔ یہ کتاب تو اُس وقت بھی اُترتی تھی، جب آنجنابؐ شعب ابی طالب میں محصور تھے؛ یہ کتاب اُس وقت بھی نازل ہوتی تھی جب آپؐ مدینہ منورہ میں حاکم اعلیٰ تھے، چیف جسٹس تھے، فوجوں کے سپہ سالار تھے؛ لیکن چونکہ قرآنِ کریم انسانی زندگی کے وقتی خواص اور ماحول سے متاثر نہیں ہے، لہٰذا مکی آیات ہوں یا مدنی؛ ہر قسم کے خارجی اثر و تاثر سے پاک اور بالاتر ہیں۔ مکی آیات میں کہیں دوستوں کا شکوہ نہیں ہے اور مدنی آیات میں کہیں آپ کو تعلّی نہیں ملے گی، کیونکہ یہ انسانی کلام نہیں ہے۔ پورے کے پورے قرآن میں تین چیزیں بنیادی ہیں: توحید، رسالت اور آخرت۔ نیز ہر طرح کی بات بیان کرنے کے لئے ایک ہی اُسلوب اپنایا گیا ہے۔ خاص طور پر قرآنِ کریم کا تیسواں پارہ دیکھیں؛ تیسویں پارے میں جتنی بھی سورتیں ہیں ساری کی ساری ہجرت سے پہلے اُتریں۔ سوائے تین چھوٹی سورتوں کے پہلی ''سورۃ البینۃ'' یعنی: "لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ" دوسری ''سورۃ الزلزال'' یعنی: "اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا" اور تیسری ''سورۃ النصر'' ہے: "اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ" ان تینوں سورتوں کے علاوہ سارے کا سارا تیسواں پارہ ہجرت سے پہلے کی زندگی میں اُترا۔ لیکن قرآن کریم کے مستقل اُسلوب کی وجہ سے ہمیں اندازہ نہیں ہو پاتا کہ یہ آیت مکی ہے یا مدنی؛ البتہ ہم نے اپنے طور پر ایک پیمانہ مقرر کیا ہوا ہے کہ چونکہ مکہ مکرمہ میں حضورؐ کے حالات ایسے نہیں تھے کہ آپؐ اسلامی معاشرہ قائم کریں، اِس لیے وہاں احکامات کی آیات کم اور عقائد پر مبنی آیات زیادہ ہیں؛ جبکہ مدینہ میں احکامات پر مبنی آیات کی کثرت ہے۔ بہرحال اپنے اُسلوب کے اعتبار سے چونکہ یہ انسانی کلام نہیں ہے، اِس لئے اس میں انسانی کلام کے خواص بھی نہیں ہیں۔ اس کی ایک ایک آیت بتاتی ہے کہ یہ اُس بلند و بالا کا کلام ہے جو انسانی زندگی اور اس کے علائق سے منزہ ہے۔

مسلم نوجوانوں کی ذمہ داریاں*

(سورۃ الکھف کے مطالعہ کی روشنی میں)

(علامہ) محمد اقبال*
فاضل جامعہ عربیہ، برنلی انگلینڈ

(بشکریہ: ماہنامہ چراغ اسلام اپریل 2012ء)

مکرمی! یہ مختصر سی تحریر قارئین حکمت بالغہ کی نذر ہے۔ میری نظر میں یہ ''خطاب بہ نوجوانانِ اسلام'' کا سیکنڈ ورژن ہے جو عصر حاضر میں نوجوانوں کا VISION درست کرتا ہے۔ فاضل صاحب قلم نے گویا نئی تفسیری طرز کی بنیاد رکھ دی ہے، ایسی طرز جو جدید تعلیم یافتہ اذہان کو اپیل کرتی ہے اور علوم قرآنیہ کے خوشہ چینوں کے لیے ممد ومعاون اور نشانِ راہ بھی۔ فاضل مصنف ستائش کے مستحق ہیں۔ براہِ کرم اسے شائع کر کے آپ بھی خراجِ تحسین پیش کریں۔ شکریہ عمر دراز قریشی، لاہور

سورۂ کہف کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے کچھ مسلم نوجوانوں کی Story بیان فرمائی ہے اور ان نوجوانوں کی مختلف ذمہ داریوں اور QUALITIES کا ذکر فرمایا ہے۔

اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَ زِدْنٰهُمْ هُدًى O وَّ رَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاۡ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا O

''وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے ان کو ہدایت میں ترقی بخشی تھی۔ ہم نے ان کے دل مضبوط کر دیے جب وہ اُٹھے اور اُنہوں نے یہ اعلان کر دیا کہ ''ہمارا رب تو بس وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے، ہم اسے چھوڑ کر کسی

دوسرے معبود کو نہ پکاریں گے اگر ہم ایسا کریں تو بالکل بے جا بات کریں گے“۔

اِنَّھُمۡ فِتۡيَةٌ : وہ نوجوان تھے۔ جس قوم کی نظریاتی وراثت کو سنبھالنے کی ذمہ داری نوجوان قبول نہ کریں نوجوان تیار نہ ہوں تو وہ قوم طبعی موت مرجاتی ہے۔ جذبات، قربانی Devotion جو اس راستے کے لئے ضروری ہیں یہ سب چیزیں نوجوانوں کے اندر بدرجہ اتم موجود ہوتی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کے صحابہ میں آغازِ اسلام کے زمانے میں سوائے تین چار کے کوئی بھی تیس سال سے زیادہ عمر کا نہیں تھا۔

اٰمَنُوۡا بِرَبِّهِمۡ : اپنے رب پر ایمان لائے تھے۔ مضبوط ایمان، پہلی کوالٹی ہے کیونکہ جس کام کی Base ایمان نہیں وہ قابل قبول نہیں اور ایمان اگر مضبوط نہ ہو تو نہ قربانی دی جاسکتی ہے اور نہ کوئی Change اور تبدیلی لائی جاسکتی ہے۔ اس لئے کہ حدیث کے مطابق کبھی بھی گندی چیز گندگی کو صاف نہیں کرسکتی ہمیشہ گندگی کی صفائی کے لئے صاف چیز کا ہونا ضروری ہے۔ اِنَّ الۡخَبِيۡثَ لَا يَمۡحُو الۡخَبِيۡثَ (مسند احمد، ترغیب وترہیب)

وَ زِدۡنٰهُمۡ هُدًى : اور ہم نے ان کی ہدایت میں ترقی بخشی۔ یہ دوسری کوالٹی ہے کہ ان کی سوچ وفکر درست ہو۔ سوچ وفکر کی درستگی کا نام ہدایت ہے۔ ہدایت روشنی جبکہ ضلالت اندھیرا اور اندھاپن ہے اور جو خود اندھے ہوں وہ دوسروں کو راستہ کیسے دکھا سکتے ہیں۔ جس کے پاس ہدایت نہیں وہ اندھا ہے اس کے پاس کوئی روشنی نہیں ہے۔ وَاَمَّا ثَمُوۡدُ فَهَدَيۡنٰهُمۡ فَاسۡتَحَبُّوا الۡعَمٰى عَلَى الۡهُدٰى : ”ہم نے ثمود کو ہدایت کی روشنی دکھائی تھی لیکن اُنہوں نے ہدایت کی روشنی کے بجائے اندھا رہنا پسند کیا۔“ (حم السجدہ۔ 17)

وَّ رَبَطۡنَا عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ : ہم نے ان کے دل مضبوط کردیے۔ یہ تیسری کوالٹی ہے کہ نوجوانوں میں جرأت اور ہمت ہو وہ لوگ جن میں حوصلہ، ہمت و جرأت نہیں ہوتی وہ کوئی Change پیدا نہیں کرسکتے۔ پہلے قدم پر ان کا اپنا نفس ان کا راستہ روکتا ہے اور ان کی پسند و ناپسند، ان کے اپنے Desires ان پر غالب آجاتے ہیں۔ سوسائٹی کی طرف سے آنے والی کسی مشکل کو Face نہیں کرسکتے۔

اِذۡ قَامُوۡا : جب وہ اُٹھے۔ اُنہوں نے Stand لیا۔ پہلے صحیح بات تک پہنچنا، اس کو سمجھنا

اپنے اندر ہمت و جرأت پیدا کرنا اور پھر خاموش ہو کر بیٹھنا نہیں بلکہ Stand لینا۔ جو لوگ صرف فلسفہ بگھارتے اور صرف باتیں کرتے ہیں وہ کوئی کارنامہ نہیں کر سکتے صرف تبصرے کرتے رہنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاْ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا: اُنہوں نے اعلان کر دیا کہ ہمارا رب تو بس وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے، اس کو چھوڑ کر ہم کسی کو معبود نہیں مانتے۔ یہ بھی ایک بہت بڑی کوالٹی ہے اور ذمہ داری ہے کہ ہمارے نظریات لوگوں کے سامنے Open ہوں۔ علی الاعلان اپنے عقیدے اور سوچ کا اظہار کریں تاکہ سوسائٹی کو علم ہو جائے کہ ہماری وہ بنیاد کون سی ہے جس پر کمپرومائز نہیں ہو سکتی۔ ہماری سرگرمیاں، ہمارا عقیدہ اور نظریہ سب کے سامنے ہو۔ کوئی بھی چھپی بات، انڈر گراؤنڈ کچھ نہیں۔ کیسی عجیب بات ہے کہ سالہا سال سے ساتھ رہنے والے اور محلے دار بھی نہ جانتے ہوں کہ ہم کس نظریے کے مالک اور کس سوچ کے حامل ہیں۔ اصحاب کہف نے بادشاہ کے دربار میں اپنے اس عقیدے کا اظہار کیا تھا۔ ہم Dubble Faced نہ ہوں، منافقانہ پالیسی چھوڑ کر جو ہم ہیں وہ لوگوں کو دکھائیں۔ ہمارا کلچر، تہذیب، اخلاقیات اور معاملات میں سب کچھ لوگوں کے سامنے آئے جو ہمارے سچا یا جھوٹا ہونے کا ثبوت ہو۔

01۔ ایمان کے ساتھ مضبوط رشتہ۔

02۔ اپنے عقیدے کی پوری Understanding۔

03۔ اس کے مطابق اپنے اخلاق و کردار کی تعمیر

04۔ جرأت و ہمت، بلند حوصلہ ہونا

05۔ اپنی سوسائٹی کا گہرا مطالعہ (اصحاب کہف نے اپنے ماحول کو Study کیا، کہ کیا خرابیاں پائی جاتی ہیں۔)

06۔ صحیح اور غلط کی پہچان اور تمیز کی طاقت، Knowledge۔

07۔ اچھی باتوں کی دعوت اور برائی سے بیزاری علی الاعلان۔

08۔ اپنے کلچر اور تہذیب کی سمجھ، اس کی محبت اور ہر حال میں اس پر عمل۔

09۔ Possitive mind کے ساتھ کام کرنا۔اصحابِ کہف نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جس سے وہ لوگوں میں بدنام ہوتے' وہ اقلیت تھے لیکن اکثریت کے سامنے اپنے عقیدے کا اظہار کیا۔

10۔ سب سے خاص بات اصحابِ کہف کی Unity، اتحاد و اتفاق ہے۔ اُنہوں نے جو فیصلہ کیا سب نے اس پر عمل کیا کسی نے نہیں کہا کہ پہاڑ کے غار میں بیٹھ کر سپر پاور سے کیسے بچ سکتے ہیں؟ کسی نے نہیں کہا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ گھر بار چھوڑ کر جانا کوئی عقل مندی نہیں۔ان کی سوچ ایک،سمت ایک، فیصلہ ایک،کوئی رخنہ کوئی اختلاف کوئی Leg pulling نہیں ہے۔

11۔ بظاہر کامیابی کے آثار نہیں لیکن پھر اللہ کی ذات پر مکمل بھروسہ۔

12۔ عبادت کوئی ثانوی چیز نہیں بلکہ زندگی کا اولین مقصد ہے۔

13۔ جب دیکھا کہ ہم اقلیت میں ہیں ہماری بات سننے کے بجائے لوگ Voilance پر اُتر آئے ہیں تو چھوڑ کر پہاڑوں میں چلے گئے لیکن اُنہوں نے کوئی Voilance نہیں کیا۔

14۔ بے فائدہ اور فضول بحثوں میں الجھنے کے بجائے مقصد پر نگاہ۔

جب اللہ کے حکم سے دوبارہ اُٹھے ہیں ایک نے پوچھا کتنے عرصے سے سوئے ہوئے ہیں دوسرے نے کہا چند گھنٹے یا پورا دن۔ان کا امیر بولا کہ یہ کوئی Issue نہیں نہ ہی کوئی اہم بات ہے جو ہو گیا، سو ہو گیا اس کو چھوڑو اب مستقبل کی پلاننگ کرو۔ کتنے عرصے سے سوئے ہیں اللہ بہتر جانتا ہے اب اس میں وقت ضائع کرنے کے بجائے آگے کی سوچو۔

جو لوگ غیر ضروری باتوں میں الجھ کر توانائیاں صرف کر دیتے ہیں وہ ضروری کام نہیں کر سکتے۔ بعد میں آنے والے لوگ بھی ان کے مشن پر غور کرنے کے بجائے، بحث یہ کر رہے تھے وہ تھے کتنے؟ پھر یہ بحث ہے کتنا سوئے؟ پھر یہ بحث ہے کہ اس غار کے ساتھ کیا کیا جائے؟ کوئی کہتا ہے کہ دیوار بنا کر بند کر دو۔کوئی کہتا ہے یہاں عبادت گاہ بنے گی۔سب فضول باتیں ہیں اللہ نے ان بحثوں سے منع فرمایا بلکہ مشن ومقصد طریقہ کار و پیغام اور دعوت پر غور کرو اور سبق حاصل کرو۔

☆ قرآن نے ایک اور نوجوان لڑکی کا ذکر اجمالی طور پر کیا ہے وہ بھی ہمارے لئے بہت بڑا سبق رول ماڈل ہے۔ وہ ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بڑی بہن۔قرآن کے مطابق والدہ کی طرف سے جس کی Duty یہ لگائی گئی ہے کہ صندوق کے ساتھ ساتھ دریا کے کنارے چلتی جاؤ کسی کو شک

نہ پڑے کہ تم اس پر نظر رکھ رہی ہو۔ بس دیکھتی جاؤ نظر رکھو کہ کہاں جاتا ہے، کون اسے پکڑتا ہے، کیا ہوتا ہے؟

Duty تو صرف اتنی تھی کہ صرف نظر رکھو لیکن وہ Creative minded اور باصلاحیت تھی اور سوچ و فکر کر کے راستے نکالنا۔ اس نے اپنی دی ہوئی ڈیوٹی سے کہیں بڑھ کر کام کیا۔ ذرا غور سے دیکھئے کہ اس نے کیا کام کیا اور کیسے کیا؟ اس نے نظر بھی رکھی، ماحول کا جائزہ لے کر بڑی حکمت عملی اور محتاط طریقے سے محل میں داخل ہوئی، حکمت عملی طے کی، لوگوں کی باتیں غور سے سنیں اور انہیں سمجھا، پھر بہت جلد Planing کی صحیح اور درست اپروچ کی اور بڑے اچھے اور خیر خواہانہ انداز میں ان کی پرابلم کا حل پیش کیا کہ میرے پاس تمہارے لئے ایک Solution ہے۔ یہ بچہ اگر کسی کا دودھ نہیں پی رہا تو میں ایک عورت کو جانتی ہوں ....۔

اس آئینہ کو دیکھ کر ذرا غور کیجیے کہ آپ کو بالکل صاف نظر آئے گا کہ کس طرح شاندار طریقے سے اپنی ذمہ داریوں کو اس لڑکی نے پورا کیا۔ ایک ایک عمل اپنے اندر ایک مکمل سبق اور روشن مثال رکھتا ہے۔

اغتنم خمسا قبل خمس: حیاتک قبل موتک و صحتک قبل سقمک و فراغک قبل شغلک و شبابک قبل هرمک و غناک قبل فقرک

پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو

1۔ زندگی کو موت سے پہلے۔ 2۔ اور صحت کو بیماری سے پہلے

3۔ اور فراغت کو مصروفیت سے پہلے 4۔ اور جوانی کو بڑھاپے سے پہلے

5۔ اور مالداری کو محتاجی سے پہلے

الحدیث

ZIONISM

صہیونیّت

قرآن مجید دنیا کی واحد متداول کتاب ہے جو صہیونیت (ZIONISM) کے انسان دشمن اور ابلیسی نظریات و منصوبہ جات کا پردہ چاک کرتی ہے اور صہیونیت کے خاتمے تک کرتی رہے گی۔ اگرچہ تورات، زبور اور انجیل بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتاری ہوئی کتابیں تھیں مگر وہ آج اپنی اصلی اتاری ہوئی صورت (متن) کے ساتھ دنیا میں موجود نہیں ہیں۔ یہ کتابیں کہاں ہیں؟ اور کب؟ کیوں؟ اور کیسے؟ دنیا سے غائب ہو گئیں اس کا جواب بھی بنی اسرائیل یہود و نصاریٰ ہی کے ذمے ہے۔ اس کے برعکس قرآن مجید آج بھی اپنے متن کے ساتھ محفوظ ہے؛ اس لیے کہ خود خالق کائنات نے جس کا یہ کلام ہے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔

ان صفحات میں صہیونیت کے عنوان سے اس سلسلہ مضامین میں اب تک ہم قارئین کے لیے درج ذیل ابواب متعدد قسطوں میں شائع ہو چکے ہیں

باب اوّل — صہیونیت کیا ہے؟

باب دوم — صہیونیت 600 ق م سے 610ء تک

باب سوم — صہیونیت کی قتل انبیاء کرام علیہم السلام کی روش اور انکار ختم نبوت ﷺ

اس شمارہ میں آخری باب ''صہیونیت کا انجام'' کا حصہ اول شامل اشاعت ہے

(ادارہ)

صہیونیت کا انجام

(آخری باب I)

انجینئر مختار فاروقی

01 صہیونیت(ZIONISM) کیا ہے؟اس حقیقت کوحکمت بالغہ کے صفحات میں ’قرآن مجید کے آئینے میں‘ بیان کرنے کی ایک کوشش کی گئی ہیں۔ یہ حقیقت ایک طویل داستان ہے جسے ماہ اگست 2010ء سے لے کر ماہ اپریل 12ء کے شماروں میں 13 اقساط میں قارئین کرام تک پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے۔

02 صہیونیت کی تاریخ تقریباً چار ہزار سال پر محیط ہے۔جبکہ قرآن مجید آج (1433ھ) سے تقریباً1446 سال قبل نازل ہوا اور 23 سالوں 11ھ میں مکمل ہوگیا۔گویا2000ق م سے لے کر 11ھ (632ء) تک کی تاریخ قرآن پاک میں بیان ہوئی ہے۔

03 صہیونیت کی تاریخ ـــــــــ انسانی تاریخ اور واقعہ نگاری کا ایسا گنجلک، سربستہ اور دانستہ چھپایا ہوا ایسا مجموعہ ہے جسے صہیونیت نے خود ہی باقی دنیا سے نہ صرف چھپایا ہے بلکہ دھوکا دہی اور DISINFORMATION کے ارادے سے غلط اشارے دے کر دنیا بھر کے اہل علم اور بالخصوص تاریخ انبیاء کرام (علیہم السلام) کے طالب علموں کو گمراہ کرنے کی سعی بھی کی ہے اور اندھیرے میں بھی رکھا ہے۔اور یہ معلوم دنیا کی تاریخ کا سب سے بڑا المیہ ہے جس سے مشرق ہو یا مغرب مذہبی میدان کے شاہسوار ہوں یا سیکولر اقدار کے پرستار سب نے ایک طرف اپنے دوستوں کو سمجھنے میں بھی بڑی بنیادی اور فاش غلطیاں کی ہیں اور اسی کے ساتھ اپنے اہداف کے تعین

میں بھی کورچشمی کا معاملہ کیا ہے تیسری طرف اپنے دشمنوں کو معین کرنے اور پھران کے ساتھ نبٹنے کے طور طریقوں میں بھی بچگانہ غلطیاں کی ہیں۔

04 حکمت بالغہ کے صفحات میں 'صہیونیت' کے بارے میں قلم اٹھانے کے بارے میں غور کرتے ہوئے ہم نے یہ طے کیا تھا کہ ہم اس عنوان سے متعلق اصولی اور بنیادی معلومات صرف اورصرف 'قرآن مجید' تک محدود رکھیں گے اس لیے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا برحق کلام ہے اگر چہ اس مقدس کتاب کے علاوہ تورات، زبور اور انجیل بھی آسمان سے اتریں اور اسی نام سے یہ کتابیں دنیا میں ملتی ہیں۔تاہم سب جانتے ہیں کہ یہ کتب (تورات، زبور اور انجیل) اب دنیا میں نہیں ہیں ان کے اصل متن کہیں غائب ہوگئے ہیں (یا صہیونیوں نے غائب کردیے ہیں اس لیے کہ جو قوم انبیاء کرام علیہم السلام کو ماننے کے باوجود ان کو قتل کرنے جیسے جرم کی مرتکب ہوسکتی ہے اس کے لیے ان انبیاء کی تعلیمات پرمبنی کتاب کو غائب کرنا کوئی بڑا جرم نہیں ہوسکتا) اب دنیا میں جو 'کتابیں' مقدس کتاب اور بائبل کے نام سے ملتی ہیں وہ اس اصلی کتاب کی اپنی یاداشتوں سے تیار شدہ نسخے ہیں جن کی صحت بہت ہی مشکوک ہے۔

05 سابقہ آسمانی کتب کے مقابلے میں قرآن مجید جو نبی آخرالزمان حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا وہ آج تک محفوظ ہے اور اس کا متن بغیر کسی تبدیلی کے دنیا میں عام پایا جاتا ہے۔اس کی زبان، الفاظ اور لہجہ بھی دنیا میں محفوظ ہے نتیجتاً اس کا مفہوم معانی اور تصورات بھی محفوظ ہیں۔ یہ قرآن مجید ہی دنیا کی واحد کتاب ہے جو ایک مصدقہ کتاب ہے آسمانی وحی ہے اور فرمانِ خداوندی جل جلالہ ہے اور دوسری طرف یہی کتاب سابقہ آسمانی کتب کی محافظ (المہیمن) بھی ہے۔اس کتاب میں صہیونیت کے بارے میں جو حقائق منظر عام پر لائے گئے ہیں ہم نے کوشش کی ہے کہ وہ ان صفحات پر منتقل کردیے جائیں۔

06 قرآن مجید کے نزول کے زمانے (تکمیل 632ء/ 11ھ) تک کے واقعات تو قرآن پاک ہی سے لیے گئے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کی تفصیل رہتی دنیا تک انسانیت کے لیے ضروری اور ناگزیر سمجھی اس کو محفوظ کردیا ہے اور آج بھی ہمارے سامنے قرآن مجید کی شکل میں محفوظ ہے۔جبکہ اس زمانے کے بعد کے حالات (632ء) کے بعد بھی استعارۃً قرآن پاک

ہی سے ماخوذ ہیں اس لیے کہ پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ، جن پر یہ قرآن مجید نازل ہوا تھا، ان پر یہ کلام لفظاً اور معناً دونوں طرح اترا ہے۔ مزید برآں آپ ﷺ خود ایک بہت ہی باصلاحیت انسان تھے جو اشارے سے پوری بات کو پالینے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ پھر آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے 'معراج' کا موقع بخشا جس میں وہ 'غیب' کے حقائق بھی بچشم سر ملاحظہ کیے تا کہ ان باتوں پر ایمان 'خبر' سے بڑھ کر مشاہدہ تک پہنچ جائے۔

آپ ﷺ نے قرآن پاک کو سمجھا اور درجہ کمال میں سمجھا پھر اس کے مفاہیم کو اپنے الفاظ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک پہنچایا، مختلف سوالات کے جوابات میں وضاحتیں فرمائیں، آیات کے مقتضیات اور عواقب کا تذکرہ کیا، صہیونیت کے آئندہ کے منصوبہ جات اور انجام تک کا ذکر فرمایا۔ یہ سب کچھ اپنی امت، امت مسلمہ کے حق نصیحت اور حق کے بول بالا کرنے والے گروہ 'حزب اللہ' کی حوصلہ افزائی اور رہنمائی کے لیے فرمایا۔ یہ سارا ذخیرہ 'احادیث' کہلاتا ہے یا سنت کہا جاتا ہے۔

07 اہل سنت کے نزدیک یہ فرامین رسالت قرآن مجید ہی کی وضاحت اور 'بیان' ہے اور 'وحی غیر متلوٗ' ہے۔ ان صفحات میں آپ ﷺ کے دور مبارک کے بعد کے زمانے میں صہیونیت کے بارے میں احادیث صحیحہ سے رہنمائی لی گئی ہے۔ یہ کام ہر دور میں امت کے بہی خواہوں نے کیا ہے اور تا قیامت ہوتا رہے گا۔ ہم نے بھی آج تک کے حالات میں تاریخی واقعات کو فرامین رسالت کی روشنی میں دیکھا ہے۔ احادیث مبارکہ میں وارد جو پیش گوئیاں پوری ہو چکی ہیں وہ ہو چکی، جن الفاظ نبوت کا مصداق ابھی فہم سے بالاتر ہے ان کو مستقبل کے حالات کے تحت درج کیا ہے۔

08 صہیونیت کے انجام کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے دو سطحوں پر گفتگو کی جائے گی اور وہ دو سطحیں درج ذیل ہیں:

1 صہیونیت کی آج تک کی کامیابیاں اور اس کے خدوخال کی روشنی میں قرآن وحدیث کے اصولوں کے مطابق اس کا انجام۔

2 فرامین رسالت میں صہیونیت (یہود یا بنی اسرائیل) کے بارے میں براہ راست بیان کردہ تفاصیل۔

اب ہم اللہ تعالیٰ سے رہنمائی کی درخواست کرتے ہوئے ان دونوں باتوں پر اسی

ترتیب سے ذرا تفصیل سے روشنی ڈالتے ہیں۔

1 صہیونیت کے عروج......کا زوال

انفرادی زندگی میں ہر انسان پر موت طاری ہونا لازم ہے اور یہ کائنات کی ایک ایسی بدیہی حقیقت ہے جس کا انکار ممکن نہیں اسی طرح ہر قوم، تہذیب اور اجتماعیت جو اس دنیا میں جنم لے کر پھلتی پھولتی اور بامِ عروج تک جا پہنچتی ہے اسے بھی ایک دن 'اجتماعی موت' یعنی زوال اور فنا سے دوچار ہونا ہے ایک ناگزیر امر ہے۔

صہیونیت نے گزشتہ چھ صدیوں میں جو عروج حاصل کیا ہے اور آج تاریخ انسانی کے بے مثال (UN PARALLELED) اور لاجواب (UN MATCHED) تہذیبی عروج پر ہیں جس پر وہ قرآنی الفاظ صادق آتے ہیں جو قوم عاد کے بارے میں وارد ہوئے ہیں:

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍ O اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ O الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُھَا فِیْ الْبِلَادِ O

''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے عاد کے ساتھ کیا کیا؟ (جو) ارم (کہلاتے تھے اتنے) دراز قد کہ روئے ارضی پر کوئی قوم ان جیسی نہ تھی''

آج کی مغربی تہذیبی ترقی کا عروج ایسا ہے جس کی ماضی میں QUALITY اور QUANTITY دونوں میں نظیر نہیں ہے اور یہ تہذیب ہمہ گیر اور عالمگیر ہے۔ گزشتہ ایک صدی سے اس تہذیب کے فرزند اور نفوس ناطقہ (SPOKESMEN) 'کوس لمن الملک' بجا رہے ہیں یعنی اس تہذیب کے کارپرداز کو اپنے تہذیبی عروج کا احساس بھی ہے اور عملاً وہ اپنے رویّوں سے اس برتری کا اظہار بھی کر رہے ہیں۔ یہ اظہار بتا رہا ہے وہ اس احساس برتری میں صرف اتراہی نہیں رہے بلکہ پھولے بھی نہیں سما رہے ہیں اور یوں اپنے طرزِ عمل اور دوسری کمزور قوموں، مذاہب، نظریات، ممالک اور مخالفین پر اپنے ظلم اور غیر انسانی رویوں کے باعث اپنے فکر و فلسفہ و نظریات کو ٹھونسنے کے درپے ہیں جسے انسانی تاریخ میں فرعونیت کا نام دیا گیا ہے اور مذہبی دنیا کی تاریخ میں 'خدائی کا دعویٰ' کا نام دیا گیا ہے۔

چنانچہ 1998ء میں ہی مغرب میں END OF HISTORY AND MANKIND

کے نام سے کتاب آئی تو عین اُسی وقت امریکی تہذیب اوراخلاق کی گراوٹ جوحیوانیت سے بھی بدتر معیار تک گر چکی تھی اس کے بارے میں SLOUCHING TOWARDS GOMMORAH نام کی کتاب بھی سامنے آ گئی۔اسی سال اقتدار کے نشے اورفرعونیت کے دعویدار صہیونیت کے نفس ناطقہ امریکی صدر کلنٹن نے فخریہ یہ بھی کہہ دیا کہ آدھے سے زیادہ امریکیوں کو اپنے باپ کا نام معلوم نہیں ہے۔گویا خود مغرب نے اپنے تہذیبی کمال کی نشانیاں سامنے رکھ کراپنے انجام بد کی طرف اشارہ بھی کر دیا۔

ہمارے نزدیک آج کی مغربی ترقی جودراصل صہیونیت ہی کے عروج کا دوسرا نام ہے اور گزشتہ دوعشروں سے اعلانیہ جاری نیوورلڈ آرڈر (جودراصل JEW ورلڈ آرڈر ہے) اپنے انجام کی طرف بڑھ رہا ہے۔

’ہر کمالے راز وال‘ کا قانون اٹل ہےاورقوموں کے عروج وزوال کا بھی ایک ضابطہ اور قانون جو آسمانی ہدایت کا ایک حصہ ہےاورانسانی تاریخ کے اجتماعی شعوراور یادداشت میں کندہ ہے۔انسانی تاریخ کا ہر ماہراور جاننے والا اس اُصول سے واقف ہے کہ دنیا میں ماضی کی ہزاروں تہذیبوں بادشاہتوں،حکمرانوں اور خدائی کے دعویداروں کی طرح آج کے مغرب کو بھی لازماً زوال ہےاور یہ زوال اب مستقبل قریب کی بات ہے۔

قوموں اوراجتماعیت کی زندگی چھ صدیوں کے لگ بھگ ہےاور یہ تہذیب مغرب بھی زوال پذیر ہوگی جیسے دوسری سابقہ قومیں اپنے انجام کو پہنچیں۔یہ بات قابل غور ہے کہ یہ تہذیب جس قدر مقتدر، باوسائل، عالمگیراور ٹیکنالوجی سے لیس ہے جبکہ پوری دنیا میں اس تہذیب کے مقابلے کے لئے کوئی قوتِ عالم واقع میں موجود نہیں ہے۔یہ صورتِ حال اس بات کی متقاضی ہوگی کہ عالمی سطح پر ایسے واقعات رونما ہوں عالم اسباب میں ایسے اسباب مہیا ہوں کہ اس تہذیب کو جڑ سے اکھاڑ کرنیست ونابود کر دیا جائے۔

پچھلی صدی کی عظیم مسلم شخصیت علامہ اقبال مغرب کے آج کے زوال کوایک صدی قبل ہی جبکہ یہ زوال ابھی فکری سطح پر ہی تھا،اپنی چشم بصیرت سے دیکھ کراس کے انجام بدکا ان الفاظ میں اظہار کیا تھا

یہ تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی

جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

منطق اور استدلال کی سطح پر اس شعر میں دیگر حقائق کے علاوہ لفظ 'خودکشی' بڑا معنی خیز ہے کہ اس تہذیبی ترقی کی کوکھ سے ہی اصلاً اس کی تباہی کے آثار جنم لیں گے۔

آج ہم جانتے ہیں کہ دنیا میں ترقی یافتہ ممالک (جو ایٹمی قوتیں بھی ہیں) اُن کے پاس تباہی کے ہتھیار کس قدر ذخیرہ ہیں کہ جاننے والے کہتے ہیں کہ اس سے کل روئے ارضی پر انسانی تہذیب کو کئی مرتبہ تباہ کیا جاسکتا ہے۔

آج الیکٹرانکس اور AUTOMATION کا دور ہے اور دنیا میں ترقی یافتہ G-7 ممالک کے ایٹمی ہتھیار بھی ایک خودکار نظام کے تحت ریموٹ کنٹرول سے چلائے جانے کے قابل ہیں اور یہ بات آج سے نہیں، ربع صدی قبل سے ہی ایسی ہی صورت حال ہے۔ 80ء کی دہائی میں مسٹر ریگن امریکہ کے صدر تھے اس وقت افغان جہاد کی صورت میں امریکہ اور سوویت یونین کی جنگ زوروں پر تھی۔ مسٹر ریگن پر قاتلانہ حملہ ہوگیا۔ موت سے تو بچ گئے تاہم وہ تھوڑی دیر کے لئے گر گئے تھے۔ افراتفری مچ گئی امریکی صدر کے ہمراہ ایک خصوصی اتاشی ہر وقت ساتھ رہتا تھا (اور آج بھی ہوتا ہوگا) کہ ہنگامی صورتِ حال میں اس اتاشی کے پاس موجود بریف کیس میں ایٹمی ہتھیاروں کے ریموٹ کنٹرول کو استعمال کیا جاسکے۔ صدر ریگن کے گرنے پر اس کے خصوصی اتاشی بھی تھوڑی دیر کے لئے صدر سے رابطے میں نہ رہے اور خاص بریف کیس بھی خصوصی اتاشی کے کنٹرول میں نہ رہا۔

قارئین کرام ـــــــ ایٹمی ہتھیاروں سے ممکنہ خوفناک تباہی کا تصور کرکے ہی شاید حواس کھو بیٹھیں ـــــــ خاص بریف کیس پر خصوصی اتاشی کا کنٹرول اور صدر سے رابطے کا کٹ جانا' 30 سیکنڈ سے بھی کم تھا جو ہمارے عام معمولات دنیا کے اعتبار پر بڑا ہی قلیل وقت ہے اور اتنے کم کی اہمیت ہمارے نزدیک نہ ہونے کے برابر ہے۔ تاہم جب یہ خبر منظر عام پر آئی تو امریکہ کے مدمقابل سوویت یونین کے صدر کا بیان یہ تھا کہ اگر ہمیں اس صورت حال کا پتہ چل جاتا کہ امریکی صدر 30 سیکنڈ تک ایٹمی ہتھیار چلانے کے قابل نہیں تو ہم اپنے ایٹمی ہتھیار چلا کر امریکہ

کے اہم ٹھکانوں کو تباہ کرنے کے لئے میزائل فضا میں بلند کر چکے ہوتے۔ گویا دونوں طاقتیں اپنے مہلک ہتھیاروں کو ہر وقت اس قدر تیار رکھتی ہیں کہ سیکنڈوں میں ان کو چلا سکیں اور جو طاقت بھی دوسرے کے مقابل ہیں دس بیس سیکنڈ کی پہل کر جائے گی وہ مخالف کے اہم اہداف پر تباہی کے ہتھیار گرا چکی ہوگی اور اپنے دفاع کا بندوبست بھی کرے گی۔

ہمارے نزدیک صہیونیت کی حالیہ تہذیبی ترقی، اس کا عروج اور اس کے عالمگیر پھیلاؤ کے درپردہ ٹیکنالوجی کی بنیاد پر تباہی کا ناقابل یقین انتظام ہو چکا ہے اور انسانیت تباہی سے کس قدر قریب ہے، ہمیں اس کا اندازہ نہیں۔ گویا آج انسانیت ترقی کے نام پر جدید سہولیات کے ساتھ آرام دہ اور پرآسائش طرز زندگی کے جلو میں درحقیقت ایک ایسے آتش فشاں کے عین اوپر محو نشاط ہے جو کسی وقت بھی پھٹ کر چہار سو تباہی پھیلا سکتا ہے۔

قارئین میں سے کسی کو یہ خیال دامن گیر ہوسکتا ہے کہ کاش کوئی فرد نوع بشر اُٹھے اور انسانیت کو اس تباہی سے بچالے، مغرب کو سمجھائے، صہیونیت کے کارپردازوں کو نصیحت کرے، مغربی عوام کے سامنے ہاتھ جوڑ کر جاگنے کا نعرہ لگائے۔ ایسا خیال ہم مشرق کے باسیوں کو تو آسکتا ہے۔ میڈیا کے بے پناہ غلبہ کے تحت مغرب بالخصوص ترقی یافتہ ممالک کے عوام تو اس الیکٹرانک میڈیا کے غلام بن چکے ہیں اور جو کچھ صہیونیت چاہتی ہے وہی کچھ ان کو دکھایا جا سکتا ہے اور وہی کچھ ان کو سنایا جا سکتا ہے، وہ اس قدر بے بس ہیں کہ اپنی مرضی سے نہ کچھ دیکھ سکتے ہیں نہ اپنی مرضی سے کچھ سن سکتے ہیں۔ صہیونیت نے امریکی عوام کو ایک مظلوم انسانی گروہ بنا دیا ہے اور وہ آج اس کے ہاتھ میں کھلونے سے زیادہ حیثیت کے حامل نہیں ہیں۔

صہیونیت نے میڈیا کے زور پر ترقی یافتہ ممالک سے اعلیٰ اخلاق انسانی اقدار اور انسانی بھلائی جیسی اقدار کا جنازہ نکال دیا ہے۔ وہاں اب یونیورسٹیوں، کالجوں اور دیگر درس گاہوں میں بھی اصولی باتوں اور انسان دوستی کے حقیقی تصورات کا بطور ''کلاسک سٹڈی'' بھی ذکر نہیں ہے، کجا عملی زندگی میں کوئی موثر حکمران، لیڈر یا جنرل ایسا ہو تو صہیونیت کو کسی ضابطے اور اصول کا درس دے سکے۔ اخلاقیات، انسان دوستی اور راست بازی کے بجائے اب صہیونیت کے زیر اثر ممالک میں تو انسان دشمنی، خدا بیزاری اور خدا دشمنی (جو دراصل مذہب دشمنی سے عبارت ہے اور صرف

اسلام، قرآن مجید اور حضرت محمد ﷺ سے دشمنی کا دوسرا نام ہے) کے نظریات رائج ہیں MORAL VALUES اب وہاں قصہ ماضی ہیں۔ تعلیمی اصلاحات کے نام پر اب وہاں MORALLESS سوسائٹی اور حیوانی معاشرہ وجود میں آچکا ہے اور حقیقی زندگی پر انسانیت اور مذہب کے تصورات کے خاتمے سے وہاں کا انسان اب صرف انسان نما حیوان بن کر رہ گیا ہے بلکہ حیوانوں سے بھی بدتر ہے۔ اس لئے کہ حیوانی زندگی اور وحشیانہ زندگی کا بھی کوئی قانون اور ضابطہ ہوتا ہے جسے ''جنگل کا قانون'' کہتے ہیں۔ مغرب کے معاشروں کے نزدیک حیوانی خواہشات کی تکمیل اور اس کے لئے ہر ممکنہ طریقے سے ان کا حصول ہی وہاں کا قانون ہے، چاہے تیسری دنیا کے انسانوں میں سے لاکھوں کروڑوں نہیں اربوں (BILLIONS) انسانوں کو تہ تیغ کر کے ان کے وسائل پر قبضہ کر کے اپنے لئے سہولیات کو برقرار رکھا جا سکے۔

اس عالمی مغربی ترقی یافتہ قوموں کے منظر نامہ میں اس 'تہذیب حاضر' کی تباہی کا پیغام ہر کھلی آنکھ کو نظر آ رہا ہے۔ بقول قرآن مجید

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَذِکۡرٰی لِمَنۡ کَانَ لَہٗ قَلۡبٌ اَوۡ اَلۡقَی السَّمۡعَ وَ ہُوَ شَہِیۡدٌ

''جو شخص دل (آگاہ) رکھتا ہے یا دل سے متوجہ ہو کر سنتا ہے اس کے لئے اس میں نصیحت ہے۔''

---

2 صہیونیت کے انجام کے بارے میں..........صاحب قرآن حضرت محمد ﷺ کا وژن (VISION) (1450ھ/2030ء)

صہیونیت انبیاء (علیہم السلام) کے خون سے ہاتھوں کو رنگین کیے ہوئے ہے، اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ، وحی، آسمانی ہدایت، پیغمبر کے قائل ہیں۔ اسی طرح دنیا بھر کی قدیم تہذیبیں اور نسلیں آسمانی ہدایات کا ایک 'تذکرہ' اپنے علمی ذخیرہ میں موجود پاتی ہیں۔ یہ حقیقت اس بات کا ثبوت ہے کہ دنیا کی رہنمائی کے لئے خالق کائنات نے پیغمبر بھیجے۔ ان کو لازوال تعلیمات دیں اور انسانیت کو ہر طرح کی کامیابی کے طرف رہنمائی فرمائی۔ انفرادی زندگی اور اجتماعی زندگی کے اصول وضوابط عطا فرمائے۔ پھر ان پیغمبروں کی جماعت کے ہر ہر فرد (علیہم السلام) نے اپنی بساط اور

ماحول کے مطابق ان تعلیمات کی گواہی دی اور ابلاغ فرمایا۔

یہ طبقہ انبیاء (علیہم السلام) سب کے سب بڑے باصلاحیت لوگ ہوتے تھے اور ان کی تعلیمات میں منطقی ربط اور زمانی تسلسل ہے۔ ہر درمیانی نبی نے اپنی امت کو بعد میں آنے والے انبیاء کرام پر ایمان لانے کی راہ بتلائی اور یہی راہ حق ہے۔ صہیونیت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائی اس کی بدقسمتی یہ ہے کہ انہوں اس کے لئے کچھ انبیاء کرام کو مانا مگر بعد میں انبیاء کرام کے انکار اور قتل کی روش اختیار کر کے نشان عبرت بن گئے۔ دیگر انبیاء کرام کی طرح حضرت محمد ﷺ پر آسمانی وحی آئی، ہدایت اتری اور خالق کائنات نے صہیونیت کو 'عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ' کی نوید جانفزا سنائی، مگر ـــــــ زندوں کو سنایا جا سکتا ہے، مردوں کو نہیں' کے مصداق، صہیونیت اپنی بدنیتی اور بدباطنی کی وجہ سے دامنِ رحمتِ رحمت للعالمین ﷺ کی ٹھنڈی چھاؤں سے محروم رہی۔ گزشتہ چودہ صدیوں کا سفر کر کے اب یہ انسانی گروہ اپنے ابلیسی کردار اور ابلیسی منصوبوں کے ساتھ اسباب کی اس دنیا میں مکافات عمل کے قانون کی زد میں آ چکا ہے اور بے رحم آسمانی احتساب کے شکنجے میں کسا جا چکا ہے۔

حضرت محمد ﷺ نے قرآن مجید کے بیان کردہ حقائق کی روشنی میں اپنی بے پناہ خداداد صلاحیتوں، دینی بصیرت، مومنانہ فراست، حکمت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام، زندگی بھر کے تجربات اور معراج کے مشاہدات کی روشنی میں اپنی امت یعنی مسلمانوں کو (اور ہمیں اس پر فخر ہے) صہیونیت کے عزائم، منصوبوں، ننگ انسانیت چالوں، ابلیسی ایجنڈا اور شیطانی ہتھکنڈوں کے بارے میں دور حاضر میں (جبکہ صہیونیت اپنے عروج پر ہے) کرنے کے کئی کاموں، مرحلوں اور واقعات کا تذکرہ کر کے پیش گوئیوں کے انداز میں مستقبل کی نقشہ کشی فرمائی ہے جسے ہم یہاں صاحب قرآن (حضرت محمد ﷺ) کا وژن 1450ھ یا 2030ء کا نام دے رہے ہیں۔

یہ بیان حضرت محمد ﷺ کا ہے اور منصوبہ اللہ تعالیٰ کا ہے جو خالق کائنات ہے اور جس کی مرضی کے عین مطابق دنیا کے معاملات چل رہے ہیں اور آئندہ بھی چلتے رہیں گے۔

VISION 1450 AH پر بات کرنے سے پہلے یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے اور اس بات پر صدق دل سے ایمان ویقین ہونا چاہیے۔ ہمیں یقین ہے کہ جیسے ایمان کی کمی کی وجہ سے انسان کو دنیا کے حالات وواقعات میں اسباب کا عمل دخل زیادہ اور اللہ کی مشیت کم نظر آتی ہے۔ اسی طرح صہیونیت کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت ہونے کے باوجود ان پر یقین کی ایک خوفناک حد تک مجموعی کمی کے باعث' صہیونیت عالم اسباب میں اپنے وسائل پر نظر کر کے آسمانی منصوبوں کو ناکام کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ تاہم آسمانی ہدایت کو غائب کرنے کے منصوبوں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی کے تختہ تک پہنچانے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سرتوڑ مخالفت جیسے منصوبوں میں ناکامی وذلت کا داغ اٹھانے کے مصداق اب بھی صہیونیت کے ہاتھ سوائے رسوائی، ذلت، بدنامی، لعنت اور دنیا وآخرت کے خسارے کے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔

صہیونیت اپنے بچاؤ کی سرتوڑ کوشش کرے گی مگر نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمایا ہوا بیان اور ان کا عطا کردہ VISION کبھی غلط نہیں ہو سکے گا۔ 1450ھ یا 2030ء کا ہندسہ ہم نے خود نکالا ہے، اس سن میں کوئی کمی بیشی ہو سکتی ہے۔ مگر صہیونیت کے انجام بد کے وقوع اور اس ابلیسی گروہ کی بیخ کنی اور 'بیج مار دینے والے عذاب' کے واقع ہونے میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

ہمارے نزدیک صہیونیت کے گھناؤنے کردار اور 3000 سالہ انسانیت کش اور ابلیسی کردار کے باعث حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وژن کی تکمیل کے لئے

_____ موسم موافقت کریں گے۔
_____ ہوائیں تعاون کریں گی۔
_____ جنگلی درندے اس یلغار میں شامل ہوں گے۔
_____ جانوراسی کی آرزو کریں گے۔
_____ چہچہاتے پرندے اور گاتی چڑیاں لشکر حق کی دلجوئی کے لئے رجز پڑھیں گی۔
_____ پہاڑ حق کو راستہ دیں گے اور صہیونیت کا راستہ روکیں گے۔
_____ سبزہ اور نباتات اہل حق کے لئے روشیں بنائیں گے۔

_____ زمین کے خزانے اہل حق کی عزت کے لئے اپنے آپ کو ظاہر کردیں گے اور صہیونیت کے لئے سمندر خشک ہو جائیں گے۔

_____ آسمان کے فرشتے اہل حق کے آگے بڑھنے کے عمل کا والہانہ نظارہ کریں گے اور کامیابی کی دُعا کریں گے۔

_____ آسمان اپنی رحمتیں نازل کرے گا اور زمین اہل حق کے قدم چومے گی۔

الغرض صہیونیت کے اس ابلیسی گروہ کو اس کے منطقی انجام کے طرف دھکیلنے کے لئے ابلیس کے علاوہ ساری دیدہ و نادیدہ قوت تعاون کریں گی اور صہیونیت انجام بد یعنی عذابِ استیصال سے ہمکنار ہوکر رہے گی۔ انسانیت سکھ کا سانس لے گی، روئے ارضی صہیونیت اور اس کے ہم خیال سارے گروہوں کے خاتمے کے بعد امن وامان کا گہوارہ بن جائے گی۔ (جاری ہے)

''جنوبی ایشیا میں مسلم بیداری کے سو سال''

مدیر ماہنامہ 'حکمت بالغہ' کی حال ہی میں شائع ہونے والی کتاب پر

اہل علم کی آراء اور تبصرے

1۔ پروفیسر عون محمد سعیدی جامعہ نظام مصطفیٰ بہاولپور

ہمارے محترم دوست اور بزرگ انجینئر مختار فاروقی صاحب حفظہ اللہ جو کہ اپنے دل میں امت مسلمہ کا درد رکھتے ہیں نظام خلافت کا احیاء چاہتے ہیں مسلمانوں میں مختلف کورسز کے ذریعے علم و شعور کے چراغ فروزاں کرتے ہیں اور متنوع موضوعات پر خامہ فرسائی بھی کرتے رہتے ہیں' ان کا رسالہ حکمت بالغہ اپنے اندر رنگا رنگ پھولوں کی مہک رکھتا ہے۔ اس رسالہ میں انہوں نے ''جنوبی ایشیا میں مسلم بیداری کے سو سال'' کے عنوان سے متعدد مضامین تحریر کیے اور 1910ء سے لے کر 2010ء تک مسلمانوں کی صورت حال اور غیر مسلم قوتوں کی ریشہ دوانیوں کا بڑی باریک بینی سے جائزہ لیا۔ یہ کام بھی انہوں نے حسن نیت کے ساتھ خالصتاً لوجہ اللہ لرضاء اللہ بڑی عرق ریزی کے ساتھ کیا۔ ہر طرح کے تعصّبات کو بالائے طاق رکھ کر مسلمانوں کی عظمت رفتہ کو بحال کرنے اور انہیں حقیقت کا آئینہ دکھانے کے لیے اپنے قلم کو حرکت میں لائے۔ فی الواقع انہوں نے ایک اچھوتا اور تاریخی کام کیا جس پر وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ فاروقی صاحب کی یہ تحقیق مقدمہ ابن خلدون کا عکس جمیل نظر آتی ہے۔ پھر مزید ہمت یہ کی کہ ان تمام مضامین کو یکجا کر کے افادۂ عام کے لیے کتابی صورت میں شائع کر دیا اور اس کا ایک نسخہ ہمیں بھی از راہ محبت ارسال فرمایا۔ اس سے قبل بھی فاروقی صاحب کی ذرہ نوازیوں سے ہم متعدد مرتبہ فیضیاب ہو چکے

ہیں۔امید ہے کہ سلسلہ کرم اسی طرح جاری رہے گا۔

خوبصورت ٹائٹل عمدہ کاغذ بہترین کمپوزنگ اور شاندار ترتیب کے ساتھ چھپی ہوئی یہ کتاب اپنے اندر گونا گوں صوری اور معنوی محاسن لیے ہوئے ہے۔اس میں علم بھی ہے فکر بھی ہے تاریخ بھی ہے درد دِل بھی ہے۔عظیم راہنماؤں کا تذکرہ بھی ہے حالات وواقعات بھی ہیں اوران کے اسباب وعلل بھی ہیں، مسلمانوں کی کمزوریاں بھی ہیں اور غیر مسلموں کی سازشیں بھی ہیں احیاء کی کوششیں بھی بیان ہوئی ہیں اور اللہ کی رحمت سے کفار کی پسپائی کا ذکر بھی ہے۔عروج وزوال کی داستانیں بھی ہیں غداروں کی کارستانیاں بھی ہیں، علم قانون پر بھی بات ہوئی ہے اور جگاتے جھنجھوڑتے اشعار بھی پروئے گئے ہیں۔

وہ لوگ جو احیاءِ اسلام کے لیے آج بھی جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں ان کے لیے اس کتاب کا مطالعہ از بس ضروری ہے تا کہ ان کا ہر قدم کامیابی کی طرف اٹھے اور ناکامی کے خطرات کم سے کم ہوں۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فارقی صاحب کو اپنے جداعلیٰ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلائے ان کا سچا جانشین بنائے اور ان کے ذریعے سے مسلمانوں میں فکر فاروقی بیدار ہو جائے آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

2۔ ظہورالحسن قادری کمالیہ

جناب انجینئر مختار فاروقی ایک حساس دردِ دل رکھنے والے سچے اور مخلص انسان ہیں جن کے قلب ودماغ میں ہمہ وقت امت مسلمہ کی بہتری اور عالمی سطح پر غلبہ اسلام کے لیے تڑپ رہتی ہے۔اسی فکر اور جذبہ کو عملی شکل میں دیکھنے کے لیے انہوں نے کچھ عرصہ قبل اپنے مجلّہ حکمت بالغہ میں مندرجہ بالا موضوع پر مضامین کا سلسلہ شروع کیا جسے اب کتابی شکل میں شائع کر دیا ہے۔

یہ کتاب موجودہ مایوس کن عالمی تناظر میں ایک امید کا چراغ بن کر عوام کے دلوں میں حقیقی روشنی عطا کرے گی اور جس منزل کے حصول کے لیے فاروقی صاحب نے یہ کاوش کی اِن شاءاللہ وہ منزل اب زیادہ دور نہیں ہے۔اس کتاب میں برصغیر کی سیاسی تحریک کو بڑے جامع انداز میں پیش کر دیا گیا ہے گویا جیسے دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے ساتھ ہی اسلام دشمن یہود وہنود

اورنصاریٰ کی ناپاک سازشوں کو بھی طشت ازبام کر کے رکھ دیا ہے۔

فاروقی صاحب نے ارشادِ ربانی کے مطابق ''اے ایمان والو! اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں'' اور ''اگر تم مؤمن ہو تو کامیابی تمہارا مقدر ہے'' کو نہایت تفصیل سے تاریخی حقائق سے ثابت کر دیا ہے۔ دعا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی سعیٔ جمیل کو اپنی بارگہ میں شرفِ قبولیت سے نوازے اورامت مسلمہ کو پھر سے غلبہ عطا فرمائے اوراہل پاکستان کواس غلبہ اسلام کی تحریک میں ہراول دستہ کے طور پر قبول فرمائے۔ کتاب کے آخر میں عالمی سطح پر غلبہ اسلام کے بارے میں حضوراقدس ﷺ کے ارشادات کولکھ کر کتاب کی اہمیت کومزید دوبالا کر دیا ہے۔

جیسے کتاب کا موضوع انتہائی اہمیت کا حامل ہے اسی جذبے سے کتاب کو اعلیٰ کاغذ، خوبصورت ٹائٹل اور مضبوط جلد بندی کے ساتھ شائع کیا گیا ہے تاکہ صدیوں تک یہ ایمان افروز علمی سرمایہ قائم ودائم رہےاور عالم انسانیت اس سے مستفید ہوتی رہے۔

3۔ نعیم اختر عدنان فیروز والا

ایک گراں بہا تحفہ ''جنوبی ایشیاء میں مسلم بیداری کے سوسال'' کتاب پر گزارشات حاضر خدمت ہیں۔ تسلسل کے ساتھ حکمت بالغہ کی ترسیل' گاہے گاہے ٹیلی فون سے حال احوال کی دریافت اوراب ایک گراں بہا تحفہ کا عطیہ اک بندۂ عاصی کی اوراتنی مدارتیں۔

جناب مختار حسین فاروقی بیک وقت صاحب علم بھی ہیں اور صاحب عمل بھی۔ اُنہوں نے جنوبی ایشیاء میں مسلم بیداری کے سوسال' ایک تاریخی موضوع پر ایک ایسی وقیع جاندار اور شاندار کتاب تصنیف کی ہے کہ یہ پر مغز شعراُن کی تصنیف پر پوری طرح صادق آتا ہے۔

؎ الفاظ مختصر پر معانی ہوں تہ بہ تہ
تخلیق فن میں حسن بھی ہو روحِ عصر بھی

ایک زمانے میں جھنگ کی وجہ شہرت قدرت اللہ شہاب تھے' جو اس شہر کے ڈپٹی کمشنر تھے۔ بعدازاں سپاہ صحابہؓ کی بانی قیادت کی وجہ سے جھنگ شہر کو مزید شہرت نصیب ہوئی اوراب جناب مختار حسین فاروقی نے اس شہر کو اپنی جولانیوں کا مرکز بنایا ہے۔ محترم فاروقی صاحب جھنگ

کی فضاؤں سے اہل پاکستان کے صاحب شعور اور باایمان لوگوں تک اپنے عمل و عرفان کی کرنوں کو دھنک کے رنگوں کی طرح بکھیرنے میں مصروفِ عمل ہیں۔

ماہنامہ حکمت بالغہ کا اجراء اور اس کا تسلسل بجائے خود ''من عزم الامور'' کا حامل پر مشقت کام ہے۔ محترم فاروقی صاحب کا اخلاصِ عمل ہی اُن کی اصل خوبی بلکہ جن کی خاص کرامت ہے اُنہوں نے تاریخی موضوع پر ایک تاریخی کتاب مرتب کر کے اور ایک دیدہ زیب اور دل و نگاہ کو مسحور کر دینے والی کتاب شائع کر کے خود کو علامہ اقبال کے اس شعر کا مصداق بنالیا ہے

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

فاروقی صاحب نے زیرِ نظر کتاب میں کیا خوب لکھا: ''...........مسلمان دنیا کے اس معمورہ میں ایک منفرد اجتماعیت کے حامل لوگ ہیں۔ مسلمان اُمت کا کوئی انفرادی اور قومی ایجنڈا نہیں اور نہ ہی قومی نصب العین اور کشور کشائی یا مالِ غنیمت............ بلکہ مسلمان اُمت اللہ تعالیٰ کے نمائندوں پیغمبروں کے نام لیوا' آسمانی تعلیمات کے حامل ہونے کی بنا پر ہدایت ربانی کے علمبردار ہیں اور اس دنیا کے سامنے اس ہدایت کا عملی نمونہ پیش کرنا اِن کا فرضِ اولین ہے اور اِس میں اس اُمت کے افراد کی بھی کامیابی ہے اور انسانیت کی بھی۔''

گویا فاروقی صاحب اُمت مسلمہ کے فرد سے کہہ رہے ہیں کہ وہ اپنی استعداد و صلاحیت دین و شریعت کی سربلندی کے لئے وقف کر دے تاکہ وہ یہ کہہ سکے

میں نے باندھا ہے خداوند سے عہد ابدی
عَبۡدُكَ' بَيۡنَ يَدَيۡكَ وَ اِلَيۡكَ وَلَكَ

اسلام کی سربلندی کے لئے قائم ہونے والے ملک کے ابتدائی ماہ و سال کا احوال بیان کرتے ہوئے مملکت خداداد کی ولولہ انگیز تاریخ کو یوں لکھا:

''ایک سال بعد دوسرا یومِ آزادی آیا تو اُس وقت تک پاکستان کا نام اور اسلام کی عظمت کے حوالے سے مسلمانوں کا جذبہ' چہار دانگ عالم میں آشکارہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ 14/اگست 1947ء کے یومِ آزادی کے موقع پر 25 سے زائد اسلامی ممالک کے فوجی وفود

پاکستان آئے اور آزادی کی پریڈ میں حصہ لیا۔ جو پاکستان اور پاکستان کی اولین قیادت پر عالم اسلام کے اعتماد کا مظہر تھا.................. 14 راگست 1949ء کے تیسرے یومِ آزادی کے موقع پر 30 سے زائد اسلامی ملکوں کے فوجی دستوں نے پریڈ میں حصہ لیا۔ اِس طرح کے واقعات ظاہر کرر ہے تھے پاکستان عالم اسلام کی آنکھوں کا تارا بن رہا تھا۔

جنوبی ایشیا کے انسانوں کا سرمایۂ افتخار رازکن فکاں اور وراثت انبیاء کی وارثت مسلمان اُمت کا یہ زندہ و بیدار حصہ، میر عرب ﷺ کے نام لیوا رحمت للعالمین کے نام ومقام کے فدائی وشیدائی، خلافت اسلامی کا پرچم تھامے گزشتہ ایک صدی سے غلبہ اسلام کے جس راہ پرخطر پر ایک عجیب انوکھی شان تجمل سے چلے ہیں دنیا اس کا مشاہدہ کررہی ہے۔ تہذیب حاضر کے فرزند اور حاضر وموجود کے پجاری صاحب کتاب کے اذعان ویقین پرمبنی خیالات سے یکسر اختلاف کرسکتے ہیں ایسے تمام حضرات کی خدمت میں فاروقی صاحب یہ شعر پیش کرتے ہیں۔

ے جس کام پر معمور ہوں کوشاں ہوں اُسی میں
مہمیز کا کام دے مجھے حرفِ ملامت

جناب محترم فاروقی صاحب نے پوری ایک صدی کی عبرت آموز تاریخ کا ذکر کچھ اس انداز سے سے کیا ہے کہ قارئین اس خوبصورت کتاب کو ع ''آغاز تذکرہے اور انجام تفکر'' کا مرقعہ قرار دے سکتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں ''........... برطانوی ہند کے یہ فاقہ کش مسلمانوں کی غیرت دینی ہی کا مظہر ہے کہ تحریک پاکستان کے بعد سلطنت برطانیہ کے مقبوضات تسبیح کے دانوں کی طرح بکھر کر آزاد ہو گئے اور سلطنت برطانیہ (گریٹ برٹن) زوال سے دوچار ہوگئی............'' آگے چل کر فاروقی صاحب کی ایمانی بصیرت اور مجاہدانہ جوش کا حامل قلم یوں اپنے موتی بکھیرتا ہے ''............ یہ سعادت بھی اسی گروہ کے حصہ میں آئی کہ اللہ تعالیٰ کی خاص مدد سے USSR کا غرور خاک میں مل گیا اور سپر پاور مٹھی بھر بے کس وناتواں مسلمانوں کے ہاتھوں شکست خوردہ ہوکر قصہ ماضی بن گئی اور اب اکیسویں صدی کا معجزہ رونما ہو چکا ہے کہ کچھ دیوانے اور نہتے مسلمان (جن کا سرمایہ سوزِ یقیں اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے سوا کچھ نہیں ہے) کے ہاتھوں ترقی یافتہ ممالک کا اتحاد "NATO" اپنے سربراہ امریکہ سمیت ابلیسی وشیطانی حمایت کے باوجود شکست سے دوچار ہو چکا

ہے..........'' واہ رے فاروقی صاحب کیا خوب تصویر کشی کی ہے آپ نے اُن سعید روحوں کی جنہوں نے گزشتہ ایک صدی میں احیائے اسلام اوراحیائے خلافت کی کوششوں میں مال اور وقت کی قربانی دی' مصائب جھیلے اور جانوں کا نذرانہ بھی پیش کیا اور اب منزل سے قریب کر دیں بقول شاعر

ے کہے خدا کہ اَنَا عِندَ ظَنِّ عَبدِی بِیُ

بقدرِ علم و عمل سے عروج و استیلاء

برادرم مختار حسین فاروقی صاحب نے ہم جیسے کم کوش مگر باذوق لوگوں کے لئے دیدہ و دل فرش راہ کر دیے ہیں اس سے بڑی خدمت اور کیا ہوسکتی ہے ع ''گر قبول افتد زہے عز و شرف'' میں فاروقی صاحب کا عقیدتمند ہونے کے ناطے اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ''اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ'' ....فاروقی صاحب اُس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں جو ''زمانہ باتو نہ سازد تو بہ زمانہ ستیز'' کا نظریہ رکھتے ہیں ایسے اصحاب عزیمت ہی کے لئے شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

ے ہم فتوحاتِ مدینہ کے ورق گراں ہیں

رہے ابن عربی محو مریز و کجدار

''مسلم بیداری کی لہر'' بجائے خود طاغوتی دنیا کے لئے ایک بڑا خطرہ ہے مگر فاروقی صاحب نے دل کی باتوں کو عہد حاضر کی فسوں خیزیوں کے باوجود زبان پر لا کر حق گوئی کا پرچم بڑی جرأت اور ایمانی غیرت کے ساتھ لہرایا ہے جس پر ہم اُن کی خدمت میں ایک شاعر کا یہ شعر ہدیہ کرنے پر خود کو مجبور پاتے ہیں

ے حق کو چھپائیں نہ ہم خوفِ خلق سے

من ینصح فانما ینصح لنفسه

آخر میں صاحب کتاب اور ان کے جملہ معاونین و وابستگان کے لئے نیک تمنائیں پیش خدمت ہیں کہ کوئی تو ہے جس نے جرأت کا مظاہرہ کیا اور پوری شان سے

ے کبھی تو آچکے وہ ساعت سعید کہ جب تم

حساب بیش وکم عمر مستعار کروگے

قرآنِ کریم ایک مسلسل معجزہ

مصنف: پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم چوہدری

صفحات: 128 قیمت: -/150 اشاعت: مارچ 2011ء

ناشر: اسلامک پبلی کیشنز (پرائیوٹ) لمیٹڈ 3۔کورٹ سٹریٹ لوئر مال لاہور

تبصرہ نگار: حافظ مختار احمد گوندل*

زیرِ تبصرہ کتاب کے مصنف عالم اسلام کی وہ عظیم شخصیت ہیں جنہیں علوم اَلسنہ شرقیہ کے ساتھ ساتھ یورپی زبانوں پر بھی عبور حاصل ہے۔ یہ کتاب مختلف مواقع پر ان کی تقاریر کی تدوین اور ترتیب نو ہے جس کا القاء مکۃ المکرّمہ میں دوران طالب علمی ان کے دل پر ہوا اور پھر رُبع صدی کی مسافتیں طے کرتے ہوئے یہی جذبہ ''قرآن کریم، ایک مسلسل معجزہ'' کی تحریری صورت میں رونما ہوا۔ اعجاز قرآن کے موضوع پر وہ نادر تحقیق ہے جس نے عالم استشراق کی ہرزہ سرائیوں اور قرآن حکیم کے خلاف ناپاک سازشوں کو طشت از بام کر دیا ہے۔ یقیناً آپ بحرِ علوم قرآنی کے غواص اور تحریک استشراق کی معاندانہ سرگرمیوں کے حقیقی شناور ہیں اور تحقیق کے اس بحرِ ذخار سے تبصرہ نگار کو جامعہ پنجاب میں ذاتی طور پر کچھ عرصہ مستفید ہونے کا موقع بھی نصیب ہوا ہے۔

ابوابِ کتاب کی تفصیل اس طرح ہے: اول، بے مثل زبان و بیان۔ دوم، قرآن کریم اور دیگر صحف سماویہ۔ سوم، اسلوب قرآن اور قرآن فہمی۔ چہارم، قرآن کریم کی حقانیت ایک مسلسل معجزہ۔ پنجم، قرآن ایک ذریعہ علم اور ششم، قرآن کریم اور مستشرقین۔ ان پر مدلل مباحث شامل ہیں۔ یہ کتاب علمی و دینی اداروں کے طلبہ و اساتذہ اور اہل علم و دانش کے لئے چراغِ فروزاں اور صاحب تصنیف کے لیے زادِ راہ اُخروی ہے۔

*چیف لائبریرین، الہدیٰ انٹرنیشنل لائبریری، جھنگ (سابق ڈپٹی چیف لائبریرین، پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور)

مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوُر

25 روزہ قرآن فہمی کورس کل وقتی

پھر سوئے حرم لے چل

2012ء میں 3 کورسز

24واں کورس 30اپریل تا 24 مئی 2012ء

25واں کورس 31مئی تا 24 جون 2012ء

26واں کورس 28جون تا 20 جولائی 2012ء

جس میں ترجیحاً انٹرمیڈیٹ تعلیم کے حامل طلباء، کاروباری وملازمت پیشہ اور بے روزگار حضرات شریک ہوسکتے ہیں تاکہ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ دیگر دینی علوم سیکھ کر عملی زندگی میں باعمل مسلمان کی زندگی بسر کرسکیں۔

☆ قیام وطعام اکیڈمی کے ذمہ ہوگا۔ ☆ تعلیمی ٹائم ٹیبل اور قواعد وضوابط کی پابندی ضروری ہوگی ☆ خوبصورت لیکچر ہال، مسجد، لائبریری اور دیگر ضروریات ایک ہی چھت کے نیچے۔ ☆ پرسکون اور پاکیزہ ماحول

اہل ثروت حضرات سے عطیات کا خیر مقدم کیا جاتا ہے

ہر کلاس میں طلباء کی تعداد 30 سے زیادہ نہیں ہوگی۔

مئی، جون، جولائی 2011ء میں سے اپنی فرصت کے مطابق نام رجسٹر کرائیں۔

تفصیلات کے رابطہ کریں

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر

047-7628561

E-Mail hikmatbaalgha@yahoo.com

مسلمانوں کے جذبات کی ترجمان

..........قوموں کی تاریخ میں ایک صدی کا عرصہ زیادہ عرصہ نہیں ہے پھر بھی گزشتہ ایک صدی میں عالمی سطح پر مسلمانوں نے بالعموم (اور جنوبی ایشیا کے مسلمانوں نے بالخصوص) بے حد اہم کامیابیاں حاصل کی ہیں۔

..........یہ کتاب جذبوں کو جلا دینے والی کتاب ہے۔

..........مسلم یوتھ کی اُمنگوں کو ابھارنے والی تحریروں پر مشتمل تاریخ کا منفرد تجزیہ ہے۔

..........کیا ہی اچھا ہو کہ اس کتاب کو کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر شامل نصاب کیا جائے، تا کہ پاکستانی نوجوان آزادی کی قدر و قیمت سے آشنا ہو سکیں۔

جنوبی ایشیا میں مسلم بیداری کے

سوسال (100)

(1910ء-2010ء)

جو یکے بعد دیگرے تین عظیم عالمی مغربی سپر طاقتوں

کے زوال کا باعث بن گئے

انجینئر مختار فاروقی

صفحات 160 مجلد عمدہ کاغذ

قیمت 300 روپے (ترسیل بذریعہ کوریئر)

بالمشافہ خریدار کے لئے 20% رعایت

مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر